فقہِ حنفی

سے دیوبندیوں کا ارتداد



تالیف

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا

والضحیٰ پبلی کیشنز

فقہ حنفی

سے دیوبندیوں کا ارتداد

تالیف
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا

والضحیٰ پبلی کیشنز
سستا ہوٹل داتا دربار مارکیٹ لاہور۔ پاکستان
0300-7259263,0315-4959263

نام کتاب	فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد
تالیف	مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
پروف ریڈنگ	مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ
	مولانا عارف حسین مصباحی، استاذ جامعہ قادریہ، بگھارو
	مولانا وسیم اکرم مصباحی، ناگ پور
ناشر، باراوّل	مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
بارثانی	والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور
لیگل ایڈوائزر	محمد صدیق الحسنات ڈوگر: ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور
سرورق	پرنٹیکس گرافکس آفس نمبر 108 ظہور پلازہ، دربار مارکیٹ
تعداد	2200
قیمت	120/-

ملنے کے پتے

فہرست

کیا نابالغ کا حدث اسکے لئے ناقضِ طہارت ہے؟

(پہلا مسئلہ)

اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ، خون نکلے، یا پیپ، ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ـــــ وضو کیا ہوا لوہے کی لاٹ ہے نہ توڑے سے ٹوٹے، نہ کاٹے سے کٹے، ـــــ اگر ایسا لڑکا کسی عورت سے صحبت کرے تو اس پر غسل بھی فرض نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ا ص۲۴ کی عبارت یہ ہے۔ "نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور آداب سکھلانے کے لئے ہے، ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہے۔"

(ندائے عرفات ص۴)

اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہاں مسئلہ شرعیہ کا مذاق بھی اڑایا ہے اور خیانت بھی کی ہے۔ خیانت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اصل عبارت یہ ہے۔

"نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔" الخ

اور شاخسانہ نویس نے اسے بگاڑ کر یوں بیان کیا کہ۔

"اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ ـــ ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔"

ناظرین غور کریں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نابالغ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دیوبندی بارہ برس کے لڑکے کا بھی وہی حکم بیان کر رہا ہے۔ بیچارے کو کیا خبر

کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ بھی ہو سکتا ہے ـــــ اپنے کسی مولوی سے پوچھ لیں کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ بھی اہل سنت و جماعت سے اس مسئلے میں اتفاق رائے کر لیں اور جواب میں "ہاں" کہیں تو پھر جناب والا ارشاد فرمائیں کہ جو حکم نابالغ کے لئے تھا اس کو بارہ برس کے لڑکے پر چسپاں کرنا کون دھرم ہے۔

یہ مسئلہ احناف کا ایک مسلم الثبوت مسئلہ ہے جس کی شہادت فقہ حنفی کی معتمد اور متداول کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر شاخسانہ نویس نے فتاوٰی رضویہ شریف خود دیکھا ہوتا تو انہیں اس میں مل گیا ہوتا کہ اعلٰی حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے، یا ہو سکتا ہے کہ آنجناب نے دیکھا ہو مگر بیچارے الف، ب، ت، ث، یا زیادہ سے زیادہ .A.B.C.D اور A.B.C.D کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں ورنہ فتاوٰی رضویہ شریف میں اسی صفحے پر یہ عبارت موجود ہے۔

فانّ حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصّوا۔ ان مراھقًا جامع اومراھقۃ جُومِعَت انما یومران بالغسل تخلقا واعتیادًا کما فی الخانیۃ، و الغنیۃ وغیرھا وفی الدر۔ یومر بہ ابن عشر تادیبًا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضًا لانعدام الحکم بہ اھ

(فتاوٰی رضویہ صفحہ ۲۴۷ جلد ۱)

بیشک حدث کا حکم صرف مکلف (عاقل بالغ) کو لاحق ہوتا ہے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قریب بلوغ لڑکے نے جماع کیا، یا قریب بلوغ لڑکی سے جماع کیا گیا تو ان دونوں کو صرف عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ "خانیہ" "غنیہ" اور انکے علاوہ فقہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور "درمختار" میں ہے کہ ـــــ دس سال کے لڑکے کو ادب سکھانے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا، ـــــ تو جب کہ فرض نہیں ساقط ہوا کیونکہ ان پر غسل کرنا فرض ہی نہیں تھا تو حدث بھی نہیں اٹھا اس لئے کہ ان پر حدث

کا حکم ہی نہیں تھا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں امام اجل فقیہہ النفس حضرت علامہ فخر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

غلام ابن عشر سنین جامع امرأته البالغة علیها الغسل لوجود السبب۔ وهو مواراة الحشفة بعد توجه الخطاب ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب الا انه یؤمر بالغسل اعتیاداً وتخلقاً کما یؤمر بالطهارة والصلاة۔ اھ

(ص۲۱ ج ۱ م نول کشور)

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ بیوی سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے، کہ سبب وجوب پایا گیا یعنی خطاب الٰہی متوجہ ہونے کے بعد عورت کے آگے کے مقام میں حشفہ کا غائب ہونا۔ البتہ اس بچے پر غسل واجب نہیں کیونکہ اسکے حق میں خطاب معدوم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عادت ڈالنے کیلئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیساکہ عادت ڈالنے کیلئے طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

غنیہ میں ہے۔

صبی ابن عشر جامع امرأته البالغة علیها الغسل لوجود مواراة الحشفة بعد توجه الخطاب۔ ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب الا انه یؤمر به تخلقاً کما یؤمر بالوضوء والصلاة۔ اھ۔

(غنیہ ص۴۶)

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے، کہ وہ احکام شرعیہ کی مخاطب ہے اور مقام خاص میں حشفہ کا دخول پایا گیا۔ ہاں اس بچے پر غسل واجب نہیں کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے البتہ اسے عادت ڈالنے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیساکہ اسی مقصد کے تحت وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۱۵ میں ہے۔

غلام ابن عشر سنین جامع

دس سال کے بچے نے بالغ عورت سے

امرأۃ بالغۃ فعلیھا الغسل ولا غسل علی الغلام الا انہ یؤمر بالغسل تخلقاً واعتیاداً کما یؤمر بالصلاۃ تخلقاً واعتیادا اھ

جماع کیا تو عورت پر غسل ہے اور اس لڑکے پر غسل نہیں ــــ مگر عادت ڈالنے کے لئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کے لئے نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

درمختار شرح تنویر الابصار جلد اول صـ۱۰۹ میں ہے۔

لو کان مکلفین ــــ ولو احدھما مکلفاً فعلیہ فقط دون المراھق ــــ ویؤمر ابن عشر تادیبا اھ

(حشفہ غائب ہونے سے دونوں پر غسل واجب ہے) بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ان میں ایک مکلف ہو تو صرف اسی مکلف پر واجب ہے، اور جو بالغ ہونے کے قریب ہے اس پر غسل نہیں البتہ دس سال کے بچے کو ادب سکھانے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ "مکلف" عاقل بالغ شخص کو کہتے ہیں۔

"مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" میں ہے۔

فیلزمھما الغسل لو مکلفین و یؤمر بہ المراھق تخلقا اھ (صـ۵۸ مراقی)

ان دونوں پر غسل واجب ہے، اگر دونوں مکلف ہوں اور مراہق کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کے لئے دیا جائے گا۔

طحطاوی علی المراقی میں خلاصہ پھر مبسوط کے حوالہ سے ہے۔

ای لا علیہ ۔ لکنہ یمنع من الصلاۃ حتی یغتسل کما فی الخلاصۃ عن الاصل وفی الخانیۃ یؤمر بہ ابن عشر اعتیادا وتخلقا کما یؤمر بالطھارۃ والصلاۃ اھ

نابالغ بچے پر غسل نہیں جیسا کہ خلاصہ میں اصل یعنی مبسوط سے ہے البتہ وہ نماز سے روکا جائے گا! اور خانیہ میں ہے کہ دس سال کے بچے کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کیلئے دیا جائیگا جیسا کہ طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

رد المحتار علی الدر المختار اور قنیہ صـ۱ میں ہے۔

(قولہ المکلفین) ای عاقلین، بالغین (وقولہ تادیبًا) فی الخانیہ وغیرھا یؤمر بہ اعتیادًا وتخلقًا۔ کما یؤمر بالصلوٰۃ والطہارۃ۔ وفی القنیۃ قال محمد "وطی صبیۃ یجامع مثلہا یستحب لہا ان تغتسل"۔ کانہ لم یر جبرھا وتادیبہا علی ذالک اھ (ص۱۰۹ ج۱)

"مکلف" سے مراد عاقل، بالغ ہیں۔ خانیہ اور اسکے علاوہ قنیہ کی دوسری کتابوں میں ہے کہ نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ نماز اور طہارت کا حکم دیا جاتا ہے ـــــ اور قنیہ میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔ مرد نے ایسی نابالغ بچی سے ہمبستری کی کہ اس جیسی لڑکی سے جماع کیا جاتا ہو تو اس بچی کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ گویا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو غسل کرنے پر مجبور کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے۔

ان عبارتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ نابالغ بچے یا بچی کو وضو، یا غسل کا حکم محض ان امور کی عادت ڈالنے اور شریعت کے آداب سکھانے کے لئے ہے ورنہ کسی بھی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی جماع کرنے سے ان پر غسل واجب ہوتا ہے۔

پس یہیں سے پورے طور پر اس بات کا ثبوت بھی فراہم ہو گیا کہ مجدد برحق، امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے جو مسئلہ زیب قرطاس کیا ہے وہ بلاشبہ امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب کی سچی ترجمانی ہے ـــــــــــ یہاں یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اس مسئلہ خاص کے متعلق کہیں بھی، کسی کتاب میں، کسی کا کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ائمہ احناف علیہم الرحمۃ والرضوان کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور ایک متفق علیہ حکم شرعی کا مذاق اڑانا کتنا بڑا جرم ہے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے منصفو بتاؤ۔

حکم مذکور کا بنیادی سبب

یہ حقیقت ہے کہ وضو یا غسل حدث کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور یہ مسلم ضابطہ ہے کہ فرض و واجب وغیرہ احکام کا تعلق ان لوگوں کی ذات سے ہے جو عاقل بالغ ہیں اور نابالغوں پر کوئی چیز فرض یا واجب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وضو یا غسل عاقل و بالغ پر فرض ہے جیسا کہ صاحب درمختار و مراقی الفلاح نے فرمایا "لو مکلفین" جس کی تشریح علامہ شامی نے اپنے الفاظ میں "عاقلین بالغین" سے کی اِس کا مطلب یہ ہے کہ "مرد و عورت پر جماع سے غسل اس وقت واجب ہے جب کہ وہ مکلف یعنی عاقل و بالغ ہوں۔" اور نابالغوں پر غسل واجب نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ مکلف نہیں ہیں، جیسا کہ فتاوی خانیہ وغیرہ میں یہ حکم بیان کر کے صاف صاف تحریر کیا "لِعَدَمِ الخطاب" "لا نعدام الخطاب" یعنی نابالغ بچہ، یا بچی فرائض و واجبات کے احکام کے مخاطب نہیں ہیں اس وجہ سے ان پر غسل بھی واجب نہیں۔

اب یہیں سے اس امر کا کامل طور پر انکشاف ہو جاتا ہے کہ پاخانہ، پیشاب خون، پیپ یا جماع وغیرہ کے باعث حدث و جنابت کا حکم صرف ان لوگوں پر ہوگا جو احکام فرض و واجب کے مخاطب اور عاقل و بالغ ہیں۔ اور وہ لوگ جن کو شریعت طاہرہ نے ان احکام کا مکلف نہ ٹھہرا کر سن بلوغ تک ایک طرح سے آزادی عنایت کی ہے ان پر کسی بھی سبب سے حدث یا جنابت کا حکم نہیں عائد ہوگا ــــ یا بلفظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ ــــ شریعت طاہرہ نے جس پر وضو یا غسل کو فرض قرار دیا ہے اسی پر حدث کا حکم بھی جاری کیا ہے اور جس پر ان فرائض کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے اس کو حکم حدث سے بھی بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے ــــ خلاصہ یہ ہے کہ ــــ حدث کا حکم صرف عاقل و بالغ کو لاحق ہوگا کسی نابالغ پر حدث کا حکم نہیں نافذ ہوگا ــــ پس جب یہ بات اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ "نابالغ پر شریعت نے حدث کا حکم نہیں نافذ کیا ہے۔" تو یہیں سے

روز روشن کی طرح یہ بات بھی آشکارا ہوگئی کہ وہ پیشاب کرے، یا پاخانہ اس کے جسم سے خون نکلے یا پیپ۔ وہ محدث نہیں ہوگا، اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا یونہی جماع کرنے سے اس پر جنابت نہیں طاری ہوگی اور اس پر غسل کے واجب ولازم ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث میں جو فرمایا گیا کہ۔

مُرُوا اَبْنَاءَ کُمْ بالصَّلوٰۃِ وھم ابناء سبع سنین۔ واضربوھم علیھا وھم ابناءُ عشر سنین	جب بچے سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہوجائیں تو انھیں مار کر پڑھاؤ۔

تو یہ اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ نابالغوں پر نماز فرض ہے بلکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ بچے بالغ ہونے تک نماز پڑھنے کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیں اور انہیں نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے ـــــــ جیسا کہ خانیہ، غنیہ، عالمگیری، طحطاوی اور شامی کے حوالے سے بیان ہوا، خانیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِلَّا أنّہ یؤمر بالغسل اعتیاداً وّتخلقا کما یؤمر بالطھارۃ والصلاۃ اھ۔ ص۲۱ ج ۱	نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔ جیسا کہ وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے

یہاں تک ہم نے مبسوط سے لے کر رد المحتار تک فقہ حنفی کی دس کتابوں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ حق وصداقت کا آئینہ دار اور مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔ اور دیوبندی اس سے انکار کرتے ہیں یہ مذہب حنفی سے ارتداد ہے۔

آئینۂ دیوبند

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کی تسکین خاطر ان کتابوں سے نہ ہوگی جنکی تصریحات ہدیۂ ناظرین ہوئیں اس لئے ہم آئینۂ دیوبند میں ان کو انھیں کے گھر کا

مشاہدہ کراتے ہیں تاکہ انھیں بھی اعتراف حق میں کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے۔ اور ناظرین پر ان کی حق پرستی، و راست گوئی کا بھرم کھل جائے۔

فتاویٰ امدادیہ کا ایک فتویٰ

دیوبندی جماعت کے ایک عظیم رکن اور حکیم الامۃ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"یہ علامت بلوغ کی نہیں۔ ہاں مراہقہ (یعنی لڑکی کے قریب بلوغ) ہونے کی دلیل ہے جماع سے اس پر غسل فرض نہیں۔ البتہ تعلیماً و اعتیاداً و تادیباً (یعنی سکھانے، عادت ڈالنے اور ادب دینے کے لئے) اس پر تاکید غسل کی جاوے گی"۔ (صـ۱ جلد اول)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔ اگر مراہقہ یعنی قریب البلوغ لڑکی سے کسی نے ہمبستری کی تو اس پر غسل فرض نہیں۔

بہشتی زیور کا ایک مسئلہ

یہی مولوی صاحب موصوف اپنی دوسری تصنیف بہشتی زیور میں اس سے زیادہ واضح لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

"مسئلہ:۔ چھوٹی لڑکی سے اگر مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہیے"۔

(بہشتی زیور حصہ اول صـ۳۷ مطبع محمود المطابع کانپور و صـ۴۹ مطبوعہ دین محمدی)

بہشتی گوہر کا بیان

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی مرد کسی کمسن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے"۔

(صـ۱۹ مطبع رزاقی کانپور۔ صـ۱۵ مطبع مجیدی)

یہ تینوں مسائل اگرچہ نابالغہ بچی کے متعلق ہیں مگر یہی حکم نابالغ بچے کا بھی ہوگا کیونکہ نابالغہ بچی سے جماع کی وجہ سے اس پر غسل آخر کیوں نہیں واجب ہوتا۔؟ اسکی علت وہی ہے جو اجلۂ فقہائے حنفیہ نے بیان فرمائی کہ وہ نابالغی کی وجہ سے احکام الٰہیہ کی مخاطب نہیں تو پھر یہ علت نابالغ بچے کے حق میں بھی موجود ہے لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بوسہ
مفسد نماز ہے یا نہیں؟
دوسرا مسئلہ

مُرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کی خواہش پیدا ہوئی تو نماز جاتی رہی اگرچہ یہ فعل اس کا اپنا فعل نہ تھا۔ اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کی خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ (فتاوی رضویہ جلد اول ص٦٧)

ماشاء اللہ خان صاحب کی شریعت کیا ہے ایک اچھا خاصہ تماشہ اور کھیل ہے صورت ایک ہے لیکن مرد کی نماز نہیں ہوگی اور عورت کی ہو جائے گی"۔ (ندائے عرفات ص ۴۹)

کسی شخص کا جاہل ہونا فی نفسہ عیب ہے مگر اتنا بڑا عیب نہیں جتنا بڑا عیب یہ ہے کہ جاہل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو علامہ حتیٰ کہ فقیہ و مفتی بھی سمجھنے لگے ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

آدمی اگر جاہل ہو اور اسے معرفت نفس بھی حاصل کہ میں جاہل ہوں تو جو بات اسے معلوم نہ ہو، یا اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو علماء سے پوچھتا ہے لیکن جاہل ہوتے ہوئے جہل مرکب میں مبتلا ہو کر یہ سمجھے کہ میں ہمہ داں ہوں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت کے دلدل میں پھنسا رہے گا۔ دیوبندیوں کی خاص بیماری یہی ہے کہ وہ ہوتے ہیں جاہل مطلق مگر اپنے کو مجتہد عصر سمجھتے ہیں، یہی بیماری "ندائے عرفات" کے اس مضمون نگار میں بھی ہے۔ الٹا سیدھا مضمون لکھ لینا اور بات ہے اور دقائق فقہیہ کو سمجھنا اور بات۔ مسئلہ مذکورہ میں فرق واضح ہے مگر کسی کالم نگار، یا ایڈیٹر کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی سمجھ پر ماتم کرنا چاہئے، حکم شرعی کا مذاق اڑا کر شریعت کو بازیچہ اطفال بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے"۔

اس مسئلہ کی بنیاد فقہ حنفی کے دو مسلم الثبوت اصولوں پر ہے۔

اصل اول :- کسی نمازی کی نماز دوسرے کے فعل سے فاسد نہیں ہوتی مگر اس وقت جب کہ دوسرے کے فعل سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو نماز فاسد کرنیوالی ہو ــــــ مثلاً نمازی کے سامنے کوئی ہنس رہا ہو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مصلی بھی ہنسنے لگے تو مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی ــــــ یا ــــــ کسی نے نمازی کو مارا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ وہ چیخے نہیں یا آواز نہ نکالے ــــــ لیکن نمازی اگر کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔

مَعَہٗ حَجَرٌ فرمابہ ..... انساناً نفسد کضرب ولو مرۃً لانہٗ مخاصمۃٌ او تادیبٌ او ملعبۃٌ وھو عمل کثیر۔ اھ (ص ۸۷ ج)

نمازی کے پاس پتھر تھا اس کو کسی انسان پر پھینکا تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اسلئے کہ یہ جھگڑا کرنا ہے یا ادب دینا ہے یا کھیل کرنا ہے اور یہ عمل کثیر ہے۔

اصل ثانی :- جو چیز جماع کے دواعی سے ہے نماز میں اس کا ارتکاب مفسد نماز ہے۔ چنانچہ غنیہ میں ہے۔

ولو قبل ھو أی المصلی امراتہ بشھوۃ او بغیر شھوۃ فسدت صلاتہ اھ ص ۴۴۹	نمازی نے اپنی بیوی کو بوسہ لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی چاہے شہوت کے ساتھ اس نے بوسہ لیا ہو یا بغیر شہوت کے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بوسہ مرد لے تو یہ اس کے حق میں "معنیٰ جماع" میں ہے۔

لیکن اگر بوسہ عورت لے تو یہ مرد کے حق میں "معنیٰ جماع" ہے یا نہیں، قابل غور ہے، فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ جماع مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ اور اس پر انہوں نے احکام بھی متفرع کئے ہیں پس اگر عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور مرد کو خواہش پیدا ہوئی تو یہ خواہش بھی مرد کے حق میں "معنی جماع" میں ہے کہ وہ فاعل جماع ہے لیکن عورت کے حق میں خواہش "معنیٰ جماع" میں نہیں کہ وہ فاعل جماع نہیں ہے

اب فتاویٰ رضویہ شریف کا مسئلہ لیجئے اور وجہ فرق سمجھئے۔

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی"

یہ اسلئے نہیں کہ عورت نے بوسہ لیا کیونکہ یہ بوسہ لینا غیر نمازی کا فعل ہے اسلئے اس کا بوسہ لینا۔ اور نہ لینا کالعدم ہے۔ جیسا کہ اصل اول میں گذرا۔ بلکہ نماز اسلئے فاسد ہوئی کہ عورت کے بوسہ لینے سے مرد کو خواہش پیدا ہو گئی اور بوسے کے بعد جماع کی خواہش "جماع کے معنیٰ" میں ہے تو نمازی سے حالت نماز میں مفسد نماز کا صدور ہوا ——— یہی مفاد ہے درمختار وغیرہ کی اس عبارت کا۔

لا لو قبلتہ ولم یشتھھا[1] اھ	عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور اسے خواہش نہیں پیدا ہوئی تو نماز نہیں فاسد ہو گی۔

---

[1] درمختار ص ۴۲۲ ج ا شامی ص ۴۲۲ ج ا بحوالہ خلاصہ۔ غنیہ ص ۴۴۹۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، طحطاوی علی المراقی۔ خزانۃ الروایات قلمی ص ۲۲۹ ذخیرہ، خزانۃ الفتاوی

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مرد کو خواہش پیدا ہوگئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔"

اب دوسرا مسئلہ لیجئے۔

"عورت نماز پڑھتی تھی مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔

یہ اسلئے کہ جب عورت کی خواہش "جماع کے معنی" میں نہیں تو نمازی کی جانب سے کوئی چیز مفسدِ نماز نہ پائی گئی پس اس صورت میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم بلا سبب ہوگا۔ ——— رہ گیا مرد کا بوسہ لینا تو وہ نماز پر اثر انداز نہیں ہوگا جیسا کہ ہم اصل اول میں بتا آئے کہ غیر نمازی کا فعل نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی لئے مجتبیٰ شرح زاہدی اور جوہرہ نیرہ میں یہی صراحت فرمائی جسے محقق ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحر میں اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں نقل فرمایا چنانچہ ردالمحتار میں ہے۔

ھذا۔ وذکر فی البحر عن شرح الزاھدی انہ لو قبل المصلیۃ لا تفسد صلاتہا ومثلہ فی الجوھرۃ۔ اھ (ص۴۲۲ ج۲)

بحر الرائق میں شرح زاہدی کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھنے والی عورت کا بوسہ لیا تو عورت کی نماز فاسد ہوگی اور اسی کے مثل جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ۔

وعلیہ فلا فرق اھ (ص۴۲۲ ج۱) اور اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے

یعنی مرد عورت کا بوسہ لے۔ یا عورت مرد کا بوسہ لے دونوں میں کوئی فرق نہیں ——— یا یوں کہیے کہ ——— غیر نمازی سے دواعی جماع کا صدور نماز کو فاسد نہیں کرتا چاہے یہ صدور مرد سے ہو یا عورت سے۔

خلاصہ کلام:- یہ ہوا کہ فتاویٰ رضویہ شریف کے دونوں مسئلوں میں نماز کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا جو حکم ہے اس کا مدار مرد یا عورت کے بوسہ

لینے پر نہیں اسلئے کہ وہ غیر نمازی کا فعل ہے جو نمازی کی نماز کو فاسد نہیں کرسکتا۔

"مسئلہ اولیٰ" میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم اس لئے نہیں کہ عورت نے اس کا بوسہ لے لیا بلکہ اس بنا پر ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے خود مرد کو نماز میں خواہش پیدا ہوئی اور بوسہ کے بعد مرد کو جماع کی خواہش ہونا جماع کے معنی میں ہے تو اس صورت میں نمازی سے نماز کی حالت میں مفسدِ صلاۃ کا صدور ہوا، اس لئے نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے مسئلہ میں عورت کو خواہش پیدا ہوئی مگر عورت کی خواہش جماع کے معنی میں نہیں اس لئے اس کی نماز نہیں فاسد ہوگی۔

الغرض:۔ مدار کار غیر کا بوسہ لینا نہیں بلکہ مدار کار خود نمازی سے حالت نماز میں مفسدِ نماز کا صدور یا عدم صدور ہے بوسہ کے بعد اگر جماع کی خواہش مرد کو ہے تو مفسدِ نماز ہے اور اگر عورت کو ہے تو مفسد نماز نہیں اس لئے کہ فاعل جماع مرد ہے نہ کہ عورت۔

یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مجتبیٰ کتب ضعیفہ سے ہے کیونکہ یہ مسئلہ جوہرہ نیرہ میں بھی ہے جو کتب معتمدہ سے ہے۔

ویسے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اکثر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی جس کی توجیہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "جد الممتار" میں یہ فرمائی ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ بوسہ لینا جماع کے معنی میں ہے اور جماع مفسدِ نماز۔ (ص۱۹۰ ج ۱)

اس طرح اس باب میں فقہاء کے دو قول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس میں عورت کی طرف سے نماز کے منافی کوئی فعل نہ پایا گیا مگر اکثر فقہاء کا قول بھی باقوت ہے اس لئے "جد الممتار" حاشیہ "رد المحتار" میں فرماتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائے۔ رقم طراز ہیں

کتب الزاهدی غیر موثوق بها زاہدی کی کتابیں قابل وثوق نہیں۔ لہٰذا وہ

فلا تقاوم الخلاصۃ وغیرھا من الکتب المعتبرۃ والجوھرۃ وان کانت معتمدۃ فالعمل بما علیہ الاکثر. ھو الأحوط

خلاصہ وغیرہا کتب معتمدہ کے مقابل نہیں ہو سکتیں اور جوہرہ نیرہ اگرچہ فقہ کی معتمد کتاب ہے تاہم عمل اکثر کے قول پر ہے اور یہی احوط ہے۔

(ص ۲۹۶ ج اول، طبع اول)

یہاں تین باتیں ہیں۔

(الف) ــــــ اصل حکم

(ب) ــــــ احتیاط

(ج) ــــــ احوط ــــــ یعنی زیادہ احتیاط

تو فتاوی رضویہ کا مسئلہ اصل حکم کے مطابق ہے اور "جد الممتار" کا احوط کے مطابق۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ نماز تو فاسد نہ ہوگی لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عورت نماز دہرا لے۔

اس کی بنیاد در اصل اس ضابطۂ فقہیہ پر ہے کہ کسی مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو تو مستحب یہ ہے کہ عمل میں دونوں قولوں کا لحاظ کیا جائے اس پر اجماع ہے۔ درمختار میں ہے۔

یندب للخروج من الخلاف، لا سیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہِ مذھبہ اھ

یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احوط پر عمل کا فیصلہ کر کے اسی مندوب پر عمل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرمگاہ کی تری پاک
یا
ناپاک ہونے کی بحث

تیسرا مسئلہ

"بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا، ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی تو کچھ حرج نہیں ہے اگر یہ بچہ پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اس لئے کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۷۶)

"خان صاحب بریلوی کی اس فقہ دانی کی داد دینی چاہیے۔ اگر خدانخواستہ خان صاحب تھوڑے دن اور زندہ رہ جاتے تو حیض و نفاس کے خون کو بھی پاک بتلا دیتے۔" العیاذ باللہ

(ندائے عرفات ص ۴۵)

چوتھا مسئلہ

"گائے، بکری، کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی تری کی حالت میں جو وقت پیدائش کے بدن پر ہوتی ہے، کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک رہے گا۔"

(فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ۱)

"رضا خوانی بھائیو! خانصاحب کے اس نو ایجاد مسئلہ کی بنا پر

کیا آپ اس ناپاک پانی پینے کے لئے تیار ہو، تو پی کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر خان صاحب کے اس جدید مذہب کو ترک کردو۔ اور صدق دل سے توبہ کرلو۔"

(ندائے عرفات ص ۵۲ وص ۴۶)

ان دونوں مسئلوں کا ماحصل صرف یہ ہے کہ —— **شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے** —— اس لئے اگرچہ بچے کا بدن ابھی شرمگاہ کی رطوبت (تری) سے گیلا ہوتا ہم اس کو گود میں لینے، یا اس کے پانی میں گرنے سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا لہذا نماز صحیح ہوگی۔ اور پانی بھی ناپاک نہ ہوگا لہذا اس سے وضو وغسل درست ہوگا۔

یہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جدید مذہب اور نو ایجاد مسئلہ نہیں، بلکہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب ہے۔

فقہ حنفی کی معتمد و مستند کتاب درمختار اور جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اما عندہ فھی طاھرۃ، کسائر رطوبات البدن۔ جوھرۃ۔ اھ

(الدر المختار علی ھامش رد المحتار ص ۲۰۸ ج ۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے جیسے بدن کی دوسری رطوبتیں (پسینہ، ناک کا پانی، رال وغیرہ پاک ہیں۔

رد المحتار میں علامہ شامی نے اس عبارت پر نوٹ تحریر کیا۔

(قولہ: اما عندہ) أی عند الامام الاعظم۔ وظاھر کلامہ فی اٰخر الفصل الاٰتی: انہ المعتمد۔ اھ

(رد المحتار ص ۲۰۸ ج ۱، نعمانیہ)

یہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحب درمختار کے کلام سے جو اس فصل کے آخر میں آرہا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی معتمد ہے۔

فتاویٰ تتارخانیہ میں بھی یہی منقول ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

نقل فی التاترخانیۃ: ان رطوبۃ

تتارخانیہ میں منقول ہے کہ پیدائش کے

الولد عند الولادۃ طاھرۃ۔ اھ وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت ہوتی ہے
(۲۳۳ ج ا۔ ۲۰۸ ج ا) وہ پاک ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

ان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃ بلاشبہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں۔
اھ۔ (ص ۲۵: فصل فی مسائل الآبار۔)

دیوبندیو! کیا امام اعظم اور دوسرے اجلۂ فقہائے حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی یہ عبارت کروگے کہ شرمگاہ کی تری پاک ہے تو اسے چاٹو؟ گستاخان رسول سے یہ کچھ بھی بعید نہیں۔

مسلمان بھائیو! آپ لوگ غور فرمائیں کہ جب پاک جانور شرمگاہ کی رطوبت لعاب اور پسینہ وغیرہ کی طرح سے پاک ہے تو اس رطوبت سے جو بچہ گیلا ہو اس کے اٹھانے، یا پانی میں گرنے سے کپڑا یا پانی کیوں ناپاک ہوگا، اس لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا وہ حنفی مذہب کے عین مطابق ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں بیان کیا ہے، بلکہ آپ نے حلبی کبیر کا ایک جزیہ نقل فرمایا ہے جو عربی زبان میں جسے عام لوگ سمجھ نہیں سکتے تو آپ نے اس کا فائدہ عام کرنے کے لئے اردو زبان میں اسی کا مطلب خیز ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

فتاوی رضویہ ص ۵۶۳ ج ا۔ میں اسی موقع پر حلبی کا جزیہ یوں منقول ہے۔

السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ کذا فی کتب الفتاوی اھ گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گر گیا اور وہ ابھی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلا تھا تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا ہی کتب فتاوی میں ہے۔
(حلبی کبیر ص ۱۵۰)

تو یہ مسئلہ حلبی کبیر و کتب فتاوی کا ہوا، اسے اعلیٰ حضرت کا نو ایجاد مسئلہ قرار دینا کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے۔

ہم کو غلط کہو، تو تمہاری ادا ہے یہ
پر سچ بتلایئے کہ یہ کس کا قصور ہے

نیز یہ مسئلہ فقہ حنفی کی بہت سی کتب شروح وکتب فتاوی میں بھی واضح لفظوں میں موجود ہے۔ نمونہ کے طور پر کچھ جزئیات اور ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ خزانۃ الفتاوی ص۱۳ میں ہے۔

البیضۃ اذا خرجت من الدجاجۃ فوقعت فی الماء رطبۃ۔ او یبست ثم وقعت فی الماء۔ لا تفسد الماء والثوب۔ وھکذا حکم السخلۃ رطبۃ او یابسۃ فی قیاس قول ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اھ
(خزانۃ الفتاوی ص ۱۳)

انڈا مرغی کے شکم سے باہر نکلا، اور فوراً اسی تری کی حالت میں پانی میں گر پڑا، یا خشک ہونے کے بعد پانی میں گرا تو یہ انڈا نہ پانی کو فاسد کرے گا (کہ وہ وضو و غسل کے لائق نہ رہ جائے) اور نہ ہی کپڑے کو (کہ اسے پہن کر نماز نہ ادا کی جاسکے) اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق یہی حکم گائے اور بکری کے بچہ کا ہے (یعنی پانی اور کپڑا ناپاک نہوں گے۔) چاہے وہ ابھی شرمگاہ کی تری سے گیلا ہو یا خشک ہو چکا ہو۔

۲۔ ردالمحتار علی الدرالمختار کے باب الانجاس میں ہے۔

نقل فی التاترخانیۃ ان رطوبۃ الولد عند الولادۃ طاھرۃ۔ وکذا السخلۃ اذا خرجت من امھا، وکذا البیضۃ۔ فلا یتنجس بھا الثوب ولا الماء اذا وقعت

تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ نقل فرمایا کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر (شرمگاہ کی) جو رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت وہ اپنی ماں کے شکم سے باہر آئے (پاک ہے) اور اسی طرح انڈا بھی۔ پس ان کے (مثلاً گود میں

فیہ لکن یکرہ التوضی بہ للاختلاف کذا الانفخہ ھوالمختار۔اھ

(شامی ص۲۳۳ ج ۱۔ ایضا ص۲ ج ۱)

اٹھالینے کے سبب سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی پانی میں گر پڑے تو نجس نہیں ہوگا، ہاں اختلاف کی وجہ سے اس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور یہی حکم انفخہ[1] کا ہے یہی مسلک مختار ہے۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت لگی ہوتی ہے وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے مطابق پاک ہے اس وجہ سے اس بچے کو گود میں اٹھانے، یا اس کے پانی میں گر جانے سے کپڑے یا پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ وہ بدستور طاہر اور پاک رہیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑا پاک ہے تو اسے زیب تن کر کے نماز ادا کرنے میں شرعاً کوئی حرج لاحق نہیں ہوگا۔

۴۔ فتاویٰ قاضی میں ہے۔

بیضۃ سقطت من الدجاجۃ فی مرقۃ اوماء۔ لا تفسد ذالک وکذ السخلۃ اذاسقطت من امہا ووقعت فی الماء مبتلۃ لاتفسد اھ

(ص، ج ۱)

انڈا مرغی کے پیٹ سے شوربے یا پانی میں گر پڑا تو وہ انھیں فاسد نہ کرے گا۔ اور اسی طرح گلئے یا بکری کا بچہ جس وقت اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکلا اور شرمگاہ کی تری سے بھیگا ہی تھا کہ پانی میں گر پڑا تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا۔

۵۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

لاینجس المائع وقوع بیضۃ

مرغی کے پیٹ سے نکلنے والا تر انڈا کسی

---

[1] انفحہ: بکری کا جو بچہ ابھی صرف دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے دودھ جیسی ایک چیز نکلتی ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پتھر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے عوام اس کو مجتبنہ کہتے ہیں۔

طریۃ من بطن دجاجۃ ولا وقوع سخلۃ من بطن امہا ولو کانت رطبۃ مالم یعلم ان علیہما قذرا لان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃ اھ
(طحطاوی علی مراقی صہ ۲۵ فصل فی مسائل الآبار)

رقیق بہنے والی چیز میں گر کر اسے ناپاک نہیں کرے گا اور نہ ہی گائے یا بکری کا بچہ جو ابھی ماں کے شکم سے باہر آیا ہو، اگرچہ وہ (شرمگاہ کی رطوبت سے) بھیگا ہوا ہو، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی اسلئے کہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں ہے۔

۶۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے۔

السخلۃ اذا وقعت من امہا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ اھ (وزاد فی الغنیۃ) کذا فی کتب الفتاویٰ اھ
(غنیہ صہ ۱۵۰ و صہ ۸۳)

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو پیدائش کے وقت اسکے بدن پر ہوتی ہے، پانی میں گرجائے تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا فتاویٰ کی کتابوں میں ایسا ہی مذکور ہے۔

۸۔ فتح القدیر شرح ہدایۃ میں ہے۔

لو وقعت البیضۃ من الدجاجۃ فی الماء رطبۃ ــــــ او یبست ثم وقعت۔ وکذا السخلۃ اذا سقطت من امہا رطبۃ اویبست لا یتنجس الماء اھ (ص ۳۵ ج ۱۔ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز)

۹۔ ومثلہ فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق صہ ۹۴ ج ۱)

۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وقشر البیضۃ الخارجۃ والسخلۃ الساقطۃ من امہا وھی مبتلۃ طاھرۃ عند ابی حنیفۃ۔ کذا (۱۱) فی المحیط السرخسی اھ (صہ ۱۳ ج ۱ فصل فیما لا یجوز بہ التوضی)

۱۲۔ خزانۃ الروایات میں ہے۔

۱۲۔ فی العتابیۃ : السخلۃ والبیضۃ خرجت ووقعت فی الماء لا یفسدہ رطبۃ کانت او یابسۃ وکذا الانفخۃ من الشاۃ المیتۃ طاہرۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو المختار۔

ان کتابوں کی تصریحات کا حاصل بھی یہی ہے کہ انڈا یا گائے بکری کا بچہ جو ابھی مرغی یا اپنی ماں کی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلے ہوں اور پانی میں گر جائیں تو یہ پانی پاک ہے کیونکہ وہ انڈا یا بچہ گیلے پن کی حالت میں بھی پاک ہے۔

شرمگاہ کی تری کے پاک ہونے کی تائید میں ہم نے نمونے کے طور پر مذہب حنفی کی پندرہ فقہی کتابوں مثلاً : (۱) محیط سرخسی (۲) فتاویٰ قاضی خاں (۳) فتح القدیر (۴) بحر الرائق (۵) غنیہ (۶) عالمگیری (۷) طحطاوی (۸) درمختار (۹) ورد المحتار وغیرہ سے فقہائے کرام کے واضح بیانات تحریر کر دیئے اور روز روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھایا کہ رطوبتِ فرج کے پاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہی مسلک معتمد ہے ________ تو اب میں شاخسانہ نویس صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اپنے بقول شرمگاہ کی رطوبت چاٹنے کے لئے تیار ہو، اگر ہو تو چاٹ کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر اپنی اس عناد پرستی اور احناف دشمنی سے باز آجاؤ اور صدق دل سے توبہ کر لو۔

مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی علم الفقہ میں یہ لکھتے ہیں۔

"زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔" ص۱۸ ج ۱

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت بوادر النوادر ص۲۱۳ پر لکھتے ہیں۔ ________

امام صاحب و صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطہارت پر فتویٰ دیا گیا ہے ________ پھر اسی کتاب کے ص۳۴۲ پر ردالمحتار کی وہ عبارت جو ہماری اس کتاب کے ص۸ پر درج ہے نقل کرنے کے بعد یہی حکیم جی لکھتے

ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانے میں ضرورت ہونے کا سبب بھی اسی کو کہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔"

اور شاخسانہ نویس صاحب نے جو یہ لکھا کہ یہ پانی جب پاک ہے تو اسے پی کر دکھاؤ۔ اس پر ہماری گذارش ہے کہ یہ دیوبندی یہ بتلائے کہ انسان کا تھوک، پان کی پیک، ناک کی ریٹھ دیوبندی مذہب میں بھی پاک ہے آپ پہلے ان سب کو چاٹ لیجئے پھر ہم سے رحم کی رطوبت پینے کا مطالبہ کیجئے پھر جب آپ کے حکیم الامت صاحب نے اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو پہلے آپ اسے چاٹ لیں پھر ہم سے بات کریں۔

جناب من آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں پھر ہم سے بات کریں، آپکے حکیم الامت کے وطن تھانہ بھون میں ایسے باذوق گزرے ہیں جنھوں نے عورت کی شرمگاہ کی رطوبت کو روٹی لگا کر کھایا ہے۔ لیجئے افاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۱۱۱، چہارم ص ۱۴، اٹھا کر دیکھئے۔ تھانوی صاحب نے اپنی خانقاہ شریف میں راہِ سلوک طے کرنے والوں کے سامنے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمایا۔

"مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کرلو بڑا مزہ ہے، حافظ جی نے کوشش کرکے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزہ کیا خاک آتا صبح کو لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزہ ہے بڑا مزہ ہے ہم نے روٹی لگا کر کھائی ہمیں تو نہ نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں ـــــــ آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوب زدوکوب کیا دے جوتا دے جوتا ـــــــ تمام محلہ جاگ اٹھا اور جمع ہوگیا اور حافظ جی کو برا بھلا کہا پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے سسروں نے

دق کر دیا رات ہم نے مارا بھی کچھ بھی مزہ نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی ــ
ــــ تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے
ــــ اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی ــــ
صبح کو جو آئے تو مونچھوں کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے
ہوئے تھے۔"

ناظرین تھانوی صاحب کے ان کلمات طیبات کو بغور پڑھیں اور خود نتیجہ اخذ کریں کہ خانقاہ امدادیہ میں بیٹھ کر تھانوی صاحب جو رشد وہدایت کا سبق دیتے تھے وہ کس قسم کا تھا۔ ایسی فحش بات ایک شریف آدمی تنہائی میں بھی اپنے بے تکلف دوستوں سے بھی کہنا گوارہ نہیں کرے گا مگر تھانوی صاحب اللہ والوں کے مجمع میں بلا تکلف مزہ لے کر بیان فرماتے تھے اور صرف ایک ہی بار نہیں بیان فرمایا بار بار بیان فرمایا ہے اٹھا کر دیکھئے الافاضات الیومیہ جلد ۱/ صفحہ ۲۲۷ نیز جلد ۳/ صفحہ ۱۱۱ نیز جلد ۴/ صفحہ ۱۴۷۔

اب شاخسانہ نویس صاحب بتائیں کہ وہ تو ہمیں مشورہ دے رہے تھے کہ شرمگاہ کی رطوبت جب پاک ہے تو اسے پیو اور ان کے یہاں تو روٹی لگا کر کھائی گئی ہے۔ شاخسانہ نویس صاحب کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی سنت پر خود عمل کریں۔

کافر و مرتد کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

پانچواں مسئلہ

"اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں ؟
جواب ـــــ نکاح تو ہو ہی جائے گا، اس واسطے کہ نکاح باہمی ایجاب وقبول کا نام ہے اگرچہ برہمن پڑھائے چونکہ وہابی کے پڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے۔"
(احکام شریعت ص۹)

رضاخوانی بھائیو! دیکھو تمھارے مقتداو گرو نے یہ کیسا عجیب و غریب اور نادر فیصلہ کیا ہے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروڑوں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے ـــــ غالباً یہی خانصاحب کا نیا مذہب ہے جس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"
(ندائے عرفات ص۵۶)

جناب! یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے جسے عہد قدیم سے امت مسلمہ کے کثیر علماء صلحاء اور فقہاء و مشائخ نے اختیار کیا ہے ـــــ البتہ حنفی ہونے

کا دعویٰ کر کے مسلک احناف پر آپ کے حملے کرنے کا یہ انداز ضرور نیا ہے۔

ساغر نہ مینا اور نہ پیمانہ نیا ہے
ساقی تیرا انداز ظریفانہ نیا ہے

اس سے پہلے کہ میں اصل حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کروں ایک نکتہ ذہن نشین کیجئے۔

ایک نکتہ کافر و مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کا صحیح اور منعقد ہو جانا اور بات ہے اور "ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے" یہ اور بات ہے دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ "جب شئی کے ارکان و شرائط پائے جاتے ہیں تو وہ شئی موجود اور متحقق ہو جاتی ہے اگر چہ کسی اور وجہ سے اس کے تحقق میں کسی حرام کا ارتکاب ہو گیا ہو" مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ

۱۔ خلاف ترتیب قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے لیکن اگر کسی شخص نے نماز کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت کئے بغیر قرآن حکیم کی تلاوت کی تو اس کی نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی البتہ خلاف ترتیب پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہو گا۔

۲۔ یوں ہی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا حرام و گناہ ہے لیکن طلاق دینے سے بلا شبہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

ان دونوں مسئلوں میں سنی، اور دیوبندی دونوں گروپ کے اصحاب فتاویٰ یہی حکم نافذ کریں گے کہ نماز صحیح ہے اور طلاق بلا شبہ واقع ہے مگر اس حکم کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ مذکورہ طریقے پر نماز پڑھنا حلال و روا ہے اور طلاق دینا مباح و بجا۔ بلکہ اس طریقے پر نماز پڑھنا، اور طلاق دینا بلا شبہہ حرام و گناہ ہے ـــــ ٹھیک اسی طرح نکاح خوانی کے مسئلے کو بھی سمجھنا چاہئے کہ ـــــ اہل کفر و ارتداد سے نکاح پڑھوانا حرام ہے لیکن اگر پڑھا دیں گے تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ نکاح نام ہے شرائط مخصوصہ کے ساتھ باہمی ایجاب و

قبول کا اور ظاہر ہے کہ کافر و مرتد کے پڑھانے سے بھی نکاح کے یہ ارکان اور شرائط پائے جاتے ہیں۔ اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور علمائے کرام و ائمہ عظام فرماتے ہیں کہ کافر و مرتد تو درکنار فاسق کی تعظیم و تکریم بھی شرعی نقطۂ نظر سے حرام ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول ص ۳۷۶ تبیین الحقائق، فتح المعین اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں صاف صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ۔

قد وجب علیھم اھانتہ شرعًا۔ اھ — فاسق کی توہین شرعًا واجب ہے۔

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مقاصد" و "شرح مقاصد" میں فرماتے ہیں۔

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ، والاھانۃ والطعن واللعن۔ اھ — بد مذہب کے لئے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں اس کی توہین و تذلیل کریں اور اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَن وَقّرَ صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام — جس نے کسی بد مذہب کی توقیر و تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی

(طبرانی کبیر، حلیہ، شعب الایمان للبیہقی وغیرہ)

پس جب فاسق کی تعظیم و توقیر حرام ہے تو وہابی سے نکاح پڑھوانا بدرجۂ اولیٰ حرام قرار پائے گا۔ یوں ہی برہمن سے نکاح پڑھوانا بھی حرام ہوگا لیکن اس کے بارے میں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر مسلمان برہمن سے نکاح پڑھوانا ناجائز ہی مانتا ہے اور برہمن کی مثال اس لئے یہاں پیش کی تاکہ عوام اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے نکاح خواں کا مسلمان

ہونا ضروری نہیں کیونکہ برہمن کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے۔ مگر اسکے باعث کوئی بھی آسے مسلمان نہیں مانتا تو اگر وہابی، دیوبندی کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہو تو اس سے یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔ بسا اوقات دیوبندی اسی مسئلے کا سہارا لے کر سادہ لوح مسلمانوں پر اپنے ایمان کی دھونس جماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ جبھی تو ہمارا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی خداداد ذہانت اور دور اندیشی سے ایسے فریب کاروں کے فریب کی جڑ ہی کاٹ دی تاکہ۔

؎ پر وہی گر پڑے کبوتر کا جس میں نامہ بندھا ہو دلبر کا

اسی سے جل بھن کر شاخسانہ نویس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر گستاخانہ انداز میں یہ افترا کرتا ہے۔

"کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروروں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے۔"

حالانکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا ایک حرف بھی اس بات کا اشارہ نہیں کرتا کہ برہمن سے نکاح پڑھوانا جائز ہے وہ تو صرف اتنا فرما رہے ہیں کہ نکاح ہو جائے گا اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ نکاح ہو جانا اور بات ہے مگر پڑھوانا حرام ہی رہے گا اب اصل مسئلہ کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کی صحت اور اس کا شرعی ثبوت۔

نکاح خواں اصطلاح فقہ کے اعتبار سے عورت کا وکیل ہوتا ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے کافر و مرتد کو نکاح یا کسی بھی کام کا وکیل بنانا درست ہے چنانچہ فقہ حنفی کی بہت سی معتبر اور قابل استناد کتابوں میں اس جزئیہ کی روشن وضاحت موجود ہے۔ ذیل میں صرف چند کتابوں کی عبارتیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع میں ہے۔

وکذا ردۃ الوکیل لا تمنع صحۃ الوکالۃ ـــ فتجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا لان وقوف تصرفات المرتد لوقوف ملکہ، والوکیل یتصرف فی ملک الموکل وانہ نافذ التصرفات ـــ وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدارالحرب فتبطل وکالتہ، لما نذکر فی موضعہ اھ

(بدائع ص۲ ج ۶ مطبع جمالیہ مصر)

وکیل کے مرتد ہونے سے وکالت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا لہذا اگر مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو یہ وکالت صحیح ہوگی، کیونکہ مرتد کے تصرفات موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اسکی ملک ہی موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اس کی ملک ہی موقوف و غیر نافذ ہوا کرتی ہے اور وکیل تو موکل کی ملک میں تصرف کرتا ہے جس کے سارے تصرفات بلاشبہ نافذ ہوتے ہیں (لہذا یہاں مرتد کا تصرف بھی نافذ ہوگا) اسی طرح اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اگر وہ دارالحرب میں چلا جائے تو اسکی وکالت باطل ہو جائے گی اس کی وجہ ہم اسکے مقام پر ذکر کریں گے۔

(۲) عالمگیری میں ہے۔

وتجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد

اور مرتد کی وکالت بایں طور صحیح ہے کہ مسلمان کسی مرتد کو اپنا وکیل بنالے اور یوں ہی اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت

فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ اھ
(عالمگیری صفحہ ۲۵۲ ج ۳ ۔ مطبع مجیدی)

پر باقی ہے البتہ اگر وہ دار الحرب سے جا ملے تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی۔

"بحر الرائق شرح کنز الدقائق" پھر "رد المحتار علی الدر المختار" میں ہے۔

وما یرجع الی الوکیل فالعقل فلا یصح توکیل مجنون، وصبی لا یعقل لا البلوغ، والحریۃ وعدم الردۃ فیصح توکیل المرتد ولا یتوقف لان المتوقف ملکہ۔ اھ
(بحر صفحہ ۱۴۰ ج، مطبع دار المعرفۃ بیروت۔
رد المحتار صفحہ ۴۰۰ ج ۳ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

وکیل کے لئے عاقل ہونا شرط ہے لہٰذا کسی پاگل اور ناسمجھ بچے کو وکیل بنانا صحیح نہیں البتہ بالغ ہونا، آزاد ہونا اور مرتد ہونا (وکیل کے لئے) شرط نہیں ہے لہٰذا مرتد کو وکیل بنانا صحیح و درست ہے اور یہ وکالت موقوف نہیں رہے گی، کیونکہ موقوف مرتد کی ملک ہوا کرتی ہے۔

نیز فتاوی ھندیہ میں ہے۔

ویجوز التوکیل بالبیاعات والاشربۃ والاجارات والنکاح والطلاق

(مرتد کو) نکاح و طلاق اور معاملات بیع وغیرہ میں وکیل بنانا صحیح ہے۔

(صفحہ ۲۵۲ ج ۳)

ان واضح تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ مرتد کو نکاح کا وکیل بنانا درست ہے اور اس کا تصرف صحیح و نافذ ہوگا کیونکہ وکیل ہونے کے لئے مرتد نہ ہونا شرط نہیں ہے

پس اگر عورت نے کسی کافر یا مرتد کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اس نے اُس کی طرف سے ایجاب کے الفاظ ادا کئے تو نکاح ہو جائے گا۔

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ایسے شرعی و اسلامی مسئلے پر کیچڑ اچھالنا

اور اسے مشرکانہ عقیدہ ٹھہرانا حق کی حمایت ہے یا پس پردہ مذہب حنفی سے بغاوت و عداوت ہے۔

سہ نگاہِ لطف سے اک اک ادا نے لوٹ لیا!
وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

حیض و نفاس والی عورت کے غسل کا پانی قابلِ وضو ہے یا نہیں؟

چھٹا مسئلہ

حائضہ و نفساء عورت نے خون کے بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت اگر غسل کیا تو یہ پانی بھی قابل وضوء ہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۵۶

رضا خوانی بھائیو! اپنے اعلیٰ حضرت کو اس فراست کی داد دو کہ وہ حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک، اور اس سے وضو جائز بتلا رہے ہیں۔ کیا ایسی گندی ذہنیت رکھنے والا مجدد ہو سکتا ہے؟ کیا ایسے غلیظ اور غلط آدمی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا درست ہے؟

ندائے عرفات ص ۵۴

یہ مسئلہ شریعت طاہرہ کا ایسا محقق و مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ جس کی حقانیت کے آگے بعض اکابر علماء دیوبند نے بھی جبین اعتراف خم کیا ہے اور حنفی مذہب کے ائمہ و علماء و مشائخ و فقہاء نے اس کی شہادتیں پیش کی ہیں نمونہ کے طور

پر چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم ولیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الجنب ولو وقعت قبل انقطاع الدم ولیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الطاهر اذا انغمس للتبرد لانها لا تخرج عن الحیض بهذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملا۔ اھ

(ص ۵ ج ۱)

حیض والی عورت خون بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں لگی ہے تو عورت جنبی مرد کی طرح ہے اور خون بند ہونے کے پہلے گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں لگی ہے تو اس کا حکم طاہر مرد کی طرح ہے بشرطیکہ اس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غوطہ لگایا ہو (نہ کہ قربت کی نیت سے) اس لئے کہ وہ اس غوطہ لگانے سے حیض سے الگ نہیں ہوگی لہذا پانی مستعمل (ناقابل وضوء) نہ ہوگا۔

اس عبارت میں امام اجل، فقیہ النفس، حضرت علامہ فخر الدین قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۲ھ) نے یہ واضح کیا ہے کہ ــــــ خون بند ہونے سے پہلے حیض والی عورت نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا یا بلفظ دیگر غسل کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو طاہر مرد کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر طاہر یعنی غیر جنبی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں نہائے تو پانی پاک اور وضوء وغسل کے لائق رہتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں خود ہی امام موصوف اپنے فتاویٰ کے اسی صفحے میں چند سطر اوپر اس طرح رقم طراز ہیں۔

اما الاول فالآدمی الطاهر اذا وقع فی البئر لطلب الدلو

طاہر آدمی کنویں میں ڈول لینے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے گیا اور اسکے

او التبرد ولیس علی اعضائہ نجاستہ وخرج حیا فانہ لا یفسدہ والماء طاہر وطہور (فتاویٰ قاضی خاں ص۵ ج۱)

اعضاء پر نجاست نہیں ہے نیز زندہ نکل آیا تو یہ کنویں کا پانی فاسد نہیں کریگا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنیوالا بھی۔ (یعنی قابل وضو و غسل ہے۔)

یہاں سے ثابت ہوا کہ حیض والی عورت نے خون بند ہونے سے پہلے اگر پانی میں غوطہ لگایا یا غسل کیا اور قربت وکار ثواب کی نیت نہیں کی تو وہ پانی فاسد نہیں ہوگا جیسے کہ طاہر آدمی کے پانی میں جانے سے پانی فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور پاک اور وضو، وغسل کے لائق رہتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حیض والی عورت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے ٹھیک یہی حکم نفاس والی عورت کا بھی ہے جس کو بچہ پیدا ہونے پر خون آتا ہے چنانچہ بحر الرائق، بدائع الصنائع اور خلاصہ میں ہے۔

قیدنا اصل المسئلۃ بالجنب لان الطاہر اذا انغمس لطلب الدلو ولم یکن علی اعضائہا نجاسۃ لا یصیر الماء مستعملا اتفاقا لعدم ازالۃ الحدث، واقامۃ القربۃ۔ وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقاً لوجود اقامۃ القربۃ۔ وحکم الحدث حکم الجنابۃ ذکرہ فی البدائع۔

ہم نے اصل مسئلہ کو جنبی کیساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ طاہر آدمی ڈول نکالنے کے لئے اگر غوطہ لگائے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہ ہو تو وہ پانی بالاتفاق مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ یہاں نہ حدث دور ہوا اور نہ ہی قربت پائی گئی اور اگر غسل کرنے کی نیت سے اس نے غوطہ لگایا تو قربت کے پائے جانے کی وجہ سے وہ پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اور حدث کا حکم وہی ہے جو جنابت کا ہے۔ بدائع الصنائع میں اس کو ذکر کیا ہے۔

وکذا حکم الحائض والنفساء

اور حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی

اذا نزلا بعد الانقطاع۔ اما قبل الانقطاع وليس على اعضائهما نجاسة فانهما كالطاهر اذا انغمس للتبرد لانها لا تخرج من الحيض بهذا الوقوع فلا يصير الماء مستعملا كذا فى الخلاصة ۔ اھ

(بحر صفحہ ۱۰۳-۱ج ا بحوالہ بدائع وغیرہ)

یہی حکم ہے (کہ پانی مستعمل، ناقابل وضو و غسل ہو جائے گا) جبکہ وہ خون بند ہونے کے بعد کنویں میں اتری ہوں، لیکن خون بند ہونے سے پہلے تو یہ دونوں طاہر آدمی کے حکم میں ہیں جبکہ ان کے اعضاء پر نجاست نہ لگی ہو اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے انہوں نے غوطہ لگایا ہو کیونکہ وہ اس غسل سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہیں لہذا پانی مستعمل نہ ہوگا۔ خلاصہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

مزید تائید و تقویت کے لئے عبارات ذیل کا بھی مطالعہ کیجئے۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو وہ جنبی آدمی کی طرح ہے اور اگر بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر یعنی غیر جنبی والے آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا ہے۔"

آب مستعمل کے بیان میں علامہ حلبی (صاحب غنیہ و صغیری) نے طاہر آدمی کا حکم بیان کرتے ہوئے جو صراحت پیش کی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

"طاہر آدمی نے قربت کی نیت سے کنویں میں غسل کیا تو یہ پانی کو فاسد کر دے گا اور اگر ڈول تلاش کرنے کے لئے غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر نہ نجاست ہے اور نہ ہی اس نے اس میں اپنا جسم ملا تو یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق پانی کو فاسد نہ کرے گا ـــــــ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح میل دور کرنے کے لئے اگر اس نے اپنے جسم کو

ملا تو اس کے باعث بھی پانی فاسد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ آدمی طاہر ہے اور اس نے قربت کی نیت نہیں کی ہے۔"

(غنیہ صـ۱۵۳، صغیری صـ۸۴)

فتاویٰ عالمگیری معروف بہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"حیض والی عورت کنویں میں گئی تو اگر یہ خون بند ہونے کے بعد ہے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہیں ہے تو یہ عورت جنبی کے حکم میں ہے اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ہے تو یہ طاہر مرد کے حکم میں ہے اس لئے کہ وہ عورت کنویں میں جانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوئی۔"

(عالمگیری صـ۱۲ ج ۱)

التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو جنبی مرد کی طرح ہے اور حیض بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا۔"

(التعلیق صـ۱۲)

ان تصریحات سے روشن طور پر اس بات کا ثبوت فراہم ہوگیا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا بیان فرمودہ حکم در اصل مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔

یہاں تک ہم نے فقہی جزئیات کے آئینے میں مسئلہ مذکورہ کی حقانیت کا مشاہدہ کرایا اب یہ عیاں کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آب مذکور کے پاک وقابل وضوء وغسل ہونے کی اصلی اور بنیادی وجہ کیا ہے؟

آب مذکور کے پاک اور قابل وضو ہونے کا بنیادی سبب | جس پاک پانی سے غسل

کیا گیا اس کے قابل وضو ہونے اور نہ ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ پانی فقہاء کی اصطلاح کے اعتبار سے مستعمل ہے یا نہیں؟ اگر مستعمل نہیں ہے

تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ پانی ائمہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ بلکہ جمیع سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق بلا انکار نکیر پاک اور قابل وضو ہے۔

اب اہل نظر کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ اس پانی کے مستعمل اور غیر مستعمل ہونے کے متعلق شریعت طاہرہ نے کیا فیصلہ سنایا ہے تو اس سلسلے میں ہم فتاویٰ قاضی خان اور بحر الرائق وغیرہ کی تصریحات پیش کر چکے ہیں کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

لانها لا تخرج عن الحیض بهذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملاً اھ	عورت کنویں میں غوطہ لگانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہے لہذا پانی مستعمل نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر آب مستعمل کی تعریف جان لی جائے اور انصاف و دیانت کے ساتھ ادنیٰ سی بھی توجہ اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو اس پانی کے مستعمل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں بآسانی ایک صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

اب تعریف سنئے اور فیصلہ کیجئے۔

آب مستعمل کی تعریف سے حکم مذکور کی تقویت

حنفی مذہب کی مشہور و معروف اور معتمد و مستند کتاب ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

الماء المستعمل هو ماءٌ ازیل به حدث، او استعمل فی البدن علی وجه القربة۔ (ہدایہ مشاج ام مجدی)	آب مستعمل وہ پانی ہے جس کے ذریعہ حدث دور کیا گیا ہو یا قربت (کار ثواب) کے طور پر بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

اس تعریف میں پانی کے مستعمل ہونے کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک ازالۂ حدث، اور دوسری نیت قربت کے ساتھ پانی کا بدن پر استعمال۔

اور اتنی بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر حیض یا نفاس والی عورت خون کے بند ہونے سے پہلے ایک نہیں ہزاروں بار غسل کرلے پھر بھی اس کے بدن سے حدث

دور نہیں ہوگا اسے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، تلاوت کرنے اور کلام اللہ شریف چھونے کی شرعاً اجازت نہیں دی جائے گی ـــــ پس جب کہ ان عورتوں نے قربت کی نیت سے غسل نہیں کیا اور ان کے بدن سے حدث بھی نہیں دور ہوا تو ناظرین خود انصاف کریں کہ وہ پانی شریعت کے نزدیک کیسے مستعمل ہوگا اور وضو کے قابل کیوں نہیں رہے گا۔

شاید شاخسانہ نویس صاحب ائمہ کرام کے ان بیانات کو ناقابل اعتبار قرار دیں اس لئے ان کی تشفیٔ خاطر و تسکین قلب کے واسطے انہیں کے گھر کے ایک بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے حق وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

ایک دیوبندی پیشوا کی شہادت

ارباب دیوبند کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ (ص۹ ج۱)

ایک دلچسپ نکتہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے حیض ونفاس والی عورت کے خون بند ہوئے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک اور قابل وضو بتادیا ـــــ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص خون بند ہونے سے پہلے حیض و نفاس والی عورت کے غسل کے پانی کو ناپاک اور ناقابل وضو بتائے وہ ان کے نزدیک بڑا پاکیزہ خیال اور طیب و طاہر ہے ـــــ یہ ہے معیار دیوبندیوں کی طہارت و غلاظت کا

لہذا اگر کوئی حیض یا نفاس والی عورت خون بند ہونے سے پہلے نہالے تو ان پارساؤں کے نزدیک اس عورت کے بدن سے حدث دور ہو جائے گا اور وہ پاک ہو جائے گی پھر تو اس کے لئے دیوبندی مذہب میں کلام اللہ شریف کی تلاوت بھی جائز ہو گی نیز اسے چھونا اور روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا سب حلال ہو گا اور لطف یہ ہے کہ ان کے لئے اس عورت سے ہمبستری بھی حلال ہو جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذالک

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ـــــــ کیا طہارت و نظافت اسی کا نام ہے کہ حیض و نفاس کا خون بند ہونے سے پہلے عورت کے لئے نماز پڑھنا حلال قرار دیا جائے، روزہ رکھنا جائز بتا دیا جائے، مسجد میں جانا، قرآن شریف چھونا، اور اس کی تلاوت کرنا مباح مانا جائے، اس کے ساتھ ہمبستری کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سچ ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
یہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا رنڈی کو رہنے کے لئے کرایہ پر مکان دینا جائز ہے؟

ساتواں مسئلہ

سوال :۔ رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے یا نہیں ؟
جواب :۔ اس کا (رنڈی کا) اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا اس کا زنا کرنا۔ یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا ہے
خان صاحب کے ملفوظات حصہ سوم صہ ۳۲

(ندائے عرفات صہ ۵۸)

یہ مذہب بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے اور اسے بھی ندائے عرفات میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے جدید مسائل، اور شیر بیشۂ اہلسنت کے مشرکانہ عقائد سے شمار کیا گیا ہے ——— میں سمجھ نہیں پاتا کہ آخر اس مسئلے میں وہ کون سی بات ہے جو ان کی کفرزدہ نگاہوں میں شرک و بدعت نظر آرہی ہے کسی نے سچ کہا ہے ؎

وہ کافر نگاہیں خدا کی پناہ جدھر اٹھ گئیں فیصلہ ہو گیا

یہ تو ان مدعیان توحید کی غیرت و حیا اور ذمہ داری کی بات ہے کہ اس مسئلے کے جس لفظ سے انہیں عقیدۂ شرک کی بو محسوس ہو رہی ہے اس کو متعین طور پر واضح کر کے اس پر ثبوت و برہان قائم کریں۔ ہمیں اس سے کوئی

بحث نہیں۔ ہمارے لئے ان کے کذب وافتراء کے جواب میں صرف اہل اسلام کا فیصلہ ایمانی کافی ہے۔ مگر چونکہ اس کو جدید مسئلہ اور بدعت بتا کر فقہ حنفی کے خلاف سادہ لوح عوام اہل اسلام کو دام تزویر کے پھندوں میں جکڑا جا سکتا ہے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس قسم کے مسائل سے عموماً ناآشنا ہوا کرتے ہیں اس لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر ان کے مکر و فریب کی قلعی کھولنے کے لئے حقیقت مسئلہ کا انکشاف کر رہے ہیں جس کے اجالے میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد مبارک کی حقانیت بخوبی نمایاں ہو کر سامنے آ جائے گی۔

اگر زناکار عورت کو کرائے پر مکان دینا اس لئے ناجائز و گناہ کہا جائے کہ وہ اس میں زنا جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کرے گی تو کافروں اور مشرکوں کو کرائے پر مکان، یا دکان دینا بدرجہ اولیٰ ناجائز و حرام ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اس مکان میں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے اعمال کفر و شرک کا ارتکاب کریں گے بلکہ روز اول ہی جب دکان کی افتتاحی تقریب ہوتی ہے تو وہ اپنے دھرم کے مطابق کیا کیا مشرکانہ مراسم ادا کرتے اور کیسے کیسے غیر اسلامی شگوفے کھلاتے ہیں یہ کسے نہیں معلوم ہے۔ کوئی حصول برکت کے لئے پوجا پاٹ کرتا ہے کوئی بہت سے کفری رسوم وغیرہ لغو و خرافات کا اظہار کرتا ہے کسی کی دکان میں ان کے معبودوں کی تصویریں رکھی جاتی ہیں اور کسی کی دکان دیوتاؤں سے آراستہ ہوتی ہے پھر یہ لوگ صبح و شام ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے اور اسطرح روزانہ اعمال کفر و شرک کا اظہار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کفر و شرک سب سے بدترین جرم ہیں اور غیر مسلم اپنی دکان و مکان میں پوجا پاٹ اور کفری رسوم ادا کرتے ہیں تو ان کو کرائے پر دکان یا مکان دینا دیوبندی دھرم کے مطابق ہرگز ہرگز جائز نہیں ہونا چاہیئے حالانکہ اہل اسلام اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اپنی دکان و مکان کفار کو کرائے پر دیتے ہیں، بلکہ مسلمان تو مسلمان دیوبندی مکتبہ

فکر کے حمایتی بھی اس پر عمل پیرا ہیں وہ بھی اپنی دکان و مکان انھیں کرائے پر دیتے اور زبان سے نہیں تو عملی طور پر اس کے جواز کا اظہار ضرور کرتے ہیں۔ اب میں یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ لوگ اپنا یہ عمل کسی مصلحت کی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں یا انھیں اپنا ہم مذہب، اور دینی بھائی سمجھنے کی وجہ سے۔ جو بھی وجہ ہو ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہم صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر زناکار عورت کو کرایہ پر مکان دینا ناجائز اور مشرکانہ عقیدہ ہو تو کفار کو کرایہ پر مکان یا دکان دینا کتنا بڑا ناجائز و گناہ اور مشرکانہ عقیدہ ہوگا پھر اسطرح دنیا بھر کے بے شمار مسلمان جنھوں نے کفار کو کرائے پر مکان یا دکان دیئے ہیں کیا وہ شرک سے محفوظ رہ سکیں گے؟ اگر گنتی کی جائے تو دنیا میں کروڑوں مسلمان ایسے بھی نظر آئیں گے جو مسلمان ہونے کے باوجود بھی ان دیوبندی حضرات کے مذہب کے مطابق مسلمان نہیں ہوں گے۔ نعوذ باللہ

شرک ہووے جس میں کارِ مسلمیں
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اب ذیل میں اپنے مسلمان بھائیوں کی تشفی اور اطمینان قلب کے لیے فقہی تصریحات ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں جن سے حقیقت مسئلہ کے انکشاف کے ساتھ یہ آشکارا ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے جائز و روا ہے۔

فقہی تصریحات اور انکشاف حقیقت

فقہ حنفی کی معتمد کتاب محیط، پھر عالم گیری میں ہے۔

واذا استاجر الذمی من المسلم	غیر مسلم ذمی نے رہنے کے لئے مسلمان
دارا یسکنھا فلا باس بذالك	سے کرایہ پر گھر لیا تو اس میں کوئی حرج
وان شرب فیھا الخمر او عبد	نہیں اگرچہ وہ کافر اس میں شراب پیئے
فیھا الصلیب او ادخل فیھا	یا صلیب کی پوجا کرے، یا اس میں خنزیر
الخنازیر ولم یلحق المسلم فی	رکھے اور اس اجارہ کے باعث مسلمان

ذالک باس لان المسلم لم یؤاجرھا لذالک۔ انما اجرھا للسکنیٰ کذا فی المحیط۔ اھ

(عالمگیری ص ۵۲۶ ج ۴)

پر کوئی گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنا مکان ان معصیت کاریوں کے لئے کرائے پر نہیں دیا ہے بلکہ محض رہنے کے واسطے دیا ہے۔ محیط میں ایسا ہی ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لا باس لمسلم ان یواجر دارہ من ذمی یسکنہا۔ وان شرب فیہ الخمر، اوعبد فیہ الصلیب اوادخل فیہ الخنازیر۔ فذالک لا یلحق المسلم کمن باع غلاما ممن یقصد بہ الفاحشۃ اوباع جاریۃ ممن یاتیہا فی غیر الماتی۔ اھ

(فتاوی قاضی خان ص ۴۳۳ ج ۴)

اپنا مکان کسی ذمی کافر کو رہنے کے لئے کرائے پر دے تو اس کی وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوگا اور اگر وہ کافر اس میں شراب پئے یا صلیب کی پوجا کرے یا خنزیر رکھے تو بھی مسلمان اس کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوگا جیسے کہ وہ شخص گنہگار نہیں ہوتا جس نے اپنا غلام ایسے آدمی کے ہاتھ بیچا جو اس کے ساتھ برائی کرنے کی نیت رکھتا ہے یا اپنی باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اسکے پیچھے کے مقام میں وطی کرے۔

ناظرین انصاف کریں کہ مسئلہ مذکورہ کی تائید میں ایسی واضح شہادتیں اور روشن تصریحات کے ہوتے ہوئے اس کو شرک و بدعت کس نظریہ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی آڑ میں حنفی مذہب سے بغاوت اور ائمہ احناف کی حرمتوں پر ناروا حملہ نہیں ہے۔

اب آگے بڑھئے اور ان کے گھر کے بعض اندرونی حالات کا جائزہ لیجئے، جس کو ان کے حکیم الامت نے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی اور اسے "سِرِّ مکنون" بتا کر پردۂ راز میں رکھنے کی وصیت کر گئے۔ الفاظ یہ ہیں۔

لا ناذن لھم باذاعتہ للعوام ہم اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اس

(فتاویٰ اشرفیہ ص۵۳ ج ۳) مخفی راز کو عوام میں فاش کر دیا جائے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یعنی ؎

ہے خلاف مصلحت افشائے راز
ورنہ ان کی بزم میں کیا کیا نہیں

تھانوی صاحب کا سرِ مکنون

دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ارباب ہوش وخرد ابخصوصی توجہ کے ساتھ غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف یہ فرمایا کہ "رنڈی کو رہنے کے واسطے کرائے پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں"۔ جو قرین قیاس بھی ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی۔ تو اس پر آپ کے نمائندہ نے کیا کیا نہ کہا۔ اب دیکھئے کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کیا شگوفے کھلائے ہیں انہوں نے تو حد کر دیا اور اتنا آگے بڑھ گئے کہ زبانِ قلم بیان سے نادم ہے۔

موصوف اپنی کتاب فتاویٰ اشرفیہ میں ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ۔

"کسی نے امۃ (لونڈی، باندی) کو اجیر خاص (مزدور) کے طور پر نوکر رکھا اور غرض ومعقود دل میں یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کریں گے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہ ہوگا اور چونکہ بقرائن مقامیہ، یا مقالیہ اِس اجارہ میں (زنا کرنے کی) یہ شرط بھی معلوم ہے اور "المعروف کالمشروط" قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً مقصود علیہ تسلیم نفس ہوا اور اس میں ایسی شرط ہو جو حرام وگناہ ہو جیسے یہاں پر زنا کرنے کی شرط تو بوجہ مشروع باصلہٖ اور غیر مشروع بوصفہٖ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لیں (یعنی مرد صاف صاف لفظوں

میں اپنی یہ غرض ظاہر بھی کردے کہ ہم تیرے ساتھ زنا کریں گے) تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے"!

(فتاوئ اشرفیہ معروف بفتاوئ امدادیہ، باب الاجارۃ الفاسدہ ص۵۲ ج ۳)

اسی کی توضیح کرتے ہوئے موصوف نے "السر المکنون" کے زیر عنوان جو خامہ فرسائی کی ہے اس کی تلخیص یہ ہے۔

ان مَن استاجر امراۃً لیزنی بھا وجد ھٰھنا صورۃ الاجارۃ۔ فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ھذا العقر خبیثاً للمرأۃ اھ ملخصاً

کسی شخص نے کسی عورت کو تنخواہ یا مزدوری پر رکھا تاکہ اس کے ساتھ زنا کرے تو بلا شبہہ یہاں اجارہ کی صورت پائی جائے گی لہٰذا مقدمۂ رابعہ کی وجہ سے زنا کا عوض واجب ہو جائے گا اور یہ عوض عورت کے لئے خبیث نہیں ہے (بلکہ حلال وطیب ہے۔

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ ــــ اگر کسی نے عورت یا لونڈی کو یہ کہا کہ تم میرے گھر ایک گھنٹہ رہو، میں تمہارے ساتھ زنا کروں گا، اس کے عوض ایک روپیہ دوں گا اور ایسا ہو گیا یعنی عورت یا لونڈی مرد کے یہاں ایک گھنٹہ رہی مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا تو مرد پر واجب ہے کہ مقررہ پیسے عورت کو ادا کرے اور یہ پیسے اس عورت کے لئے حلال ہوں گے۔ مسلمانو!

ع آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے یہ بیان فرمادیا کہ "رنڈی کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں اس کو رہنے کے واسطے کرایہ پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں" تو دیوبندیوں نے سر پر آسمان اٹھالیا اور آپے سے بالکل باہر ہو گئے ــــ اور ان کے حکیم الامت نے زنا کرنے کے لئے عورت کو مزدوری پر رکھنا جائز قرار دے دیا اور اس کی

اجرت کو نہ صرف مباح بلکہ واجب بھی فرما دیا، تو ان کے بدن پر جوں تک نہیں رینگی اور سب کچھ مرغ مسلم سمجھ کر چٹ کر گئے!

اپنے اور بیگانے میں یہ تفریق روا رکھ کر جس کردار کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ یقیناً انسانیت کے خلاف اور انصاف و دیانت کے صریح منافی ہے۔

ہم نہ کہتے تھے اے ناداں میرے خامہ کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا آوارہ عورت کی اولاد اس کے شوہر کی وارث ہے؟

آٹھواں مسئلہ

اگر زید کی منکوحہ خالد کے ساتھ بھاگ جائے اور چند سال کے بعد چند حرامی لڑکے، لڑکیاں لے کر آئے اور زید کا انتقال ہو گیا وہ زنا کی اولاد زید کی متصور ہو گی زید کے ترکہ کی مستحق ہو گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہے گی؟ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ــــــ وہ سب (حرامی بچے) زید کی اولاد قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص۵۳ و ص۵۵)

رضا خانی بھائیو! اپنے مجدد صاحب کی اس تجدید پر قربان ہو جاؤ اپنے اعلیٰ حضرت کی خوب داد دو کہ انہوں نے کس خوبصورتی کے ساتھ تمہیں اسلام سے بے گانہ بنایا ہے۔

(ندائے عرفات ص۳۸)

جناب من۔ اگر اسی کا نام اسلام سے بے گانہ بنانا ہے تو دور جانے کی کیا بات ہے؟ آیئے میں آپ کو آپ کے گھر کا دلآویز نظارہ کرادوں اور وہ جلوہ دکھادوں کہ جس کے حسن کرشمہ ساز نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ آپ لوگوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ کہ رنڈی کی اولاد اسکے شوہر کی وارث ہے۔

سوال ۹۳۲۔ بکر کی زوجہ بلا ہمبستری خاوند کے گھر سے ناراض ہو کر بھاگ گئی دوسری جگہ جا کر علانیہ اس نے پیشۂ زناکاری اختیار کیا اور تیس سال سے زیادہ اسی بدفعلی میں مشغول رہی اور تین چار لڑکے بھی ولد الزنا جنے اور خاوند کے گھر آباد ہونے سے بالکل انکار کر دیا۔ ہمیشہ بکر اس کے واسطے یہ وصیت کرتا رہا کہ میری نافرمانی کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا ہے لہذا وہ بعد وفات میرے محروم ہو جاوے گی اور لڑکے بھی میری جائداد میں وارث نہ بنیں۔ اب بکر تین بیوہ چھوڑ کر مرا ہے اور ان ازواج کے حق مہر اور حصۂ میراث میں جائداد متروکہ زمین وغیرہ جو ان کے حق مہر وغیرہ میں ناکافی ہے اب وہ لڑکے ولد الزنا بھی دعویدار ہوتے ہیں اور جائداد متروکہ میں سے حصہ لینا چاہتے ہیں اب از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ ہندہ (رنڈی) کا نکاح بکر سے قائم ہے کیونکہ نا فرمانی ہندہ کی وجہ سے نکاح اس کا بکر سے نہیں ٹوٹا اور بکر نے اس کو طلاق بھی نہیں دی لہذا ہندہ کی جو اولاد ہوئی وہ بکر سے سمجھی جاوے گی اور نسب اس کا بکر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بکر کے ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ اور ہندہ بھی وارث ہوگی، اور دو بیوہ جو بکر نے چھوڑی وہ بھی وارث ہوں گی پس تینوں بیوائیں بکر کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پائیں گی وہ آٹھواں حصہ تینوں زوجات کو برابر تقسیم ہوگا اور باقی اولاد کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ششم ص)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب میں اپنے قارئین سے خصوصی توجہ چاہوں گا کہ جو عورت محض چند سال باہر رہی لیکن اس نے نہ زنا کا پیشہ اختیار کیا اور نہ ہی وہ کھلے طور پر زنا میں ملوث ہوئی اس کی اولاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے شریعت اسلامی کا یہ مسلمہ ومتفقہ قانون بیان فرمادیا کہ وہ اس کے شوہر کے وارث ہیں تو ایڈیٹر ندائے عرفات اور ان کے گرائے کے مولویوں کو شرک کا آزار ستانے لگا اس حکم شرعی کی وجہ سے توحید کے ان واحد اجارہ داروں کو اسلام سے بے گانہ بنانے کا خواب نظر آنے لگا حالاں کہ اس فتویٰ کو کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کیا ہے اس میں انہوں نے قرآن حکیم کی دو آیتیں پیش کی ہیں اور سرکار علیہ التحیۃ والثناء کے ارشاد مبارک سے استناد کیا ہے۔ پھر مذہب حنفی کی معتمد ومختار فقہی کتابوں کی تصریحات سے اسے مزین کر کے ساتھ ہی ساتھ عقلی طور پر ایسی لطیف ونفیس بحث فرمائی ہے جس نے اس شرعی مسئلے کو عقل وقیاس کے بالکل قرین وقریب کردیا ہے۔

لیکن یہ وقت کا کتنا بڑا المیہ اور دردناک سانحہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو، جو تیس سال سے زیادہ کھلم کھلا برا کام کراتی رہی ہو، جس نے بدکاری کو اپنا پیشہ زندگی بنالیا ہو ایسی فاجرہ فاحشہ اور رنڈی عورت کے بارے میں دیوبندی دارالافتا جب وہی حکم نافذ کرتا ہے جو اس رنڈی سے بہتر عورت کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے نافذ کیا تھا اور صاف صاف لفظوں میں یہ فیصلہ سناتا ہے کہ اس رنڈی عورت کی اولاد اس کے شوہر کی سمجھی جائے گی اور ان کا نسب بکر سے ثابت ہوگا اور وہ بکر کے وارث ہوں گے تو ان حضرات کو اس میں کوئی عیب اور قابل اعتراض بات نہیں نظر آتی اور نہ انہیں شرک کا ازار ستاتا ہے اور نہ ہی یہ لوگ اسلام سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جو حکم ایک جگہ اسلام سے بیگانہ بنانے کا باعث ہو سکتا ہے تو دوسری جگہ بعینہ وہی حکم اس سے حد درجہ بدتر حادثے میں اسلام سے برگشتہ کرنے کا سبب کیوں نہیں ہو سکتا ؎

اللہ رے خودساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

تھانوی صاحب کا فتویٰ

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے بیان کئے ہوئے دو مسئلے ملاحظہ فرمائیے، موصوف اپنی مایۂ ناز تصنیف بہشتی زیور میں رقم طراز ہیں۔

مسئلہ:۔ نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہو گیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور حرامی کہنا درست نہیں ہے۔ (ص ۵۵ ج ۴ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور)

پھر لکھتے ہیں۔

مسئلہ:۔ میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی، برسیں گذر

گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

دیوبندی صاحبان ارشاد فرمائیں کہ حکیم الامت صاحب یہ مسائل بیان کر کے اسلام سے بیگانہ ہوئے یا نہیں؟

ائمہ حنفیہ کی تصریحات

ائمہ حنفیہ نے ثبوت نسب کے بارے میں جو جزئیات تحریر کئے ہیں اور ثابت النسب ہونے کا جو معیار قائم کیا ہے ان سے اس بات کا کامل طور پر ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ ہندہ اپنے ہمراہ جن بچوں کو لے کر آئی ہے وہ اسی کے قرار پائیں گے۔ جس کی یہ بیوی ہے۔

مثلاً درمختار میں ہے۔

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربیۃ بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشھر مذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ او استخداما

(فتح، درمختار صفحہ ۶۳ ج ۲)

نوٹ:۔ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

فقہاء نے ثبوت نسب کے لئے قیام فراش (وجود نکاح) کو کافی قرار دیا ہے اگرچہ بظاہر وطی یا خلوت نہ ہوئی ہو جیسے مغرب میں رہنے والے مرد نے مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کیا اور دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہے۔ پھر عورت نے وقت نکاح سے ٹھیک چھ مہینے پر بچہ جنا تو نسب ثابت ہو گا کیونکہ وطی کرامتاً یا جنوں سے حصول خدمات کے ذریعہ ممکن و متصور ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

التصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات

مغرب میں رہنے والی عورت کے مسئلے میں وطی کا تصور ثابت ہے۔ اولیاء کی

فیکون خطوۃ او جنی اھ (شامی صفحہ ۶۳۳ ج ۲)

کرامات اور جنوں سے حصول خدمات کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔ تو ممکن ہے کہ شوہر صاحب قدم ہو یا کوئی جن اسکا تابع ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ زوجین کے درمیان بظاہر ملاقات کے وسائل بالکل ناپید ہیں اور ان کے بیچ اتنی طویل و عریض مسافت حائل ہے کہ اگر شوہر ملاقات کے لئے جائے تو بیوی کے پاس پہنچتے پہنچتے پورا سال گذر جائے لیکن چونکہ کرامت کے ذریعہ یا جنوں کی خدمات حاصل کر کے وصال کا ایک امکان پایا جارہا ہے اس لئے ائمہ کرام نے صرف ایک امکان کی بنیاد پر ثابت النسب ہونے کا فیصلہ سنادیا اور اس کی چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی کہ حقیقت واقعہ کیا ہے، پس جس طرح شریعت مصطفویہ کے ان امینوں اور حامیوں نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے صرف امکان کی بنا پر ثبوتِ نسب کا حکم نافذ کیا۔

ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مفرورہ عورت کی اولاد کے بارے میں ثابت النسب ہونے کا فتویٰ دیا اور میراث کا حق دار بتایا کیوں کہ اگرچہ بظاہر یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان ایک عرصہ تک ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن ملاقات اور مباشرت کے وہ سارے امکانات یہاں بھی موجود ہیں جو زنِ مشرقیہ کے مسئلے میں فقہاء نے بیان کئے ہیں پس اگر قیام فراش کے بعد امکان دخول کی بنیاد پر ایک جگہ ثبوتِ نسب کا حکم دیا جاسکتا ہے تو وہ کون سی قباحت ہے کہ اسی جیسے ایک دوسرے حادثے میں ثبوتِ نسب کا حکم نہ دیا جائے۔

حدیث نبوی سے ثبوت

اب اس مسئلے کی تائید میں پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مطالعہ کیجئے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ۔

انها قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعة فی غلام فقال سعد: هذا يارسول الله ابن اخی عتبة بن ابی وقاص عهد الیّ انه ابنه انظر الی شبهه۔

وہ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ نے ایک بچے کے بارے میں باہم جھگڑا کیا تو سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ وہ مجھے وصیت کر گیا ہے کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ آپ ذرا اس کی شکل و شباہت کی طرف نظر فرمائیے۔

وقال عبد بن زمعة هذا اخی يارسول الله! ولد على فراش ابی من وليدته فنظر رسول الله صلی الله عليه وسلم الی شبهه فرای شبها بينا بعتبة فقال هو لك يا عبد "الولد للفراش وللعاهر الحجر" واحتجبی منه يا سودة بنت زمعة - فقالت فلم ير سودة قط

(مسلم شریف ص۴۷ ج۲ نسائی ص۲۳ ج۲)

اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر ان کی ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی شکل و شباہت پر نظر فرمائی تو اسے کھلے طور پر عتبہ کے مشابہ شکل پایا۔ پھر فرمایا کہ اے عبد یہ تیرے لئے ہے بچہ صاحب فراش[1] کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر۔ اور اے زمعہ کی بیٹی سودہ تم اس بچے سے پردہ کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اس بچے نے کبھی بھی حضرت سودہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس سے پردہ کرتی تھیں۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

احتجبی لما رای من شبهه

حجاب کرنے کا حکم حضور نے اس وجہ سے

---

[1] صاحب فراش وہ شخص ہے کہ عورت جسکی بیوی یا باندی ہو۔ ۱۲ نظام الدین غفرلہ

بعتبہ — دیا کہ اس بچے کو شکل و شباہت میں عتبہ کے جیسا پایا۔

(بخاری ص۲۷۶۔ ج ۱)

اور نسائی شریف کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔

عن عبد اللہ بن زبیر قال کانت لزمعۃ جاریۃ یتطئھا فجاءت بولد شبہ الذی کان یظن بہ، فمات زمعۃ وھی حبلی. فذکرت ذالک سودۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الولد للفراش" واحتجبی منہ یا سودۃ! فلیس لک باخ۔

(نسائی شریف ص۲۳ ج ۲)

عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمعہ کے پاس ایک باندی تھی جس کے ساتھ وہ وطی کیا کرتا تھا اور اسے ایک آدمی پر یہ گمان تھا کہ وہ اس سے زنا کرتا ہے پھر اس باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جو اسی شخص کے مشابہ وہم شکل تھا جس پر زمعہ کو گمان تھا اور ابھی یہ باندی حاملہ ہی تھی کہ زمعہ کا انتقال ہوگیا بعد ولادت حضرت سودہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور اے سودہ تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

مذکورہ روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے کہ۔ زمعہ[۱] کو اپنی باندی کے بارے میں اس بات کا ظن تھا کہ کسی شخص سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ اور[۲] عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی کو وصیت کرکے ولیدۂ زمعہ سے اپنی شناسائی کا سربستہ راز منکشف بھی کردیا۔ پھر یہ[۳] واقعہ بھی ان کے غلط روابط کی تائید کرتا ہے کہ اس باندی کا بچہ ہوبہو عتبہ کے مشابہ تھا۔ بلکہ[۴] اسی مشابہت کی بنیاد پر حضور پُرنور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رفیقۂ حیات اور زمعہ کی بیٹی سے پردہ کرنے کا حکم نافذ فرمادیا اور نسائی

شریف کی روایت کے مطابق تو صاف صاف حضرت سودہ اور اس بچے کے مابین رشتۂ اخوت کا انکار بھی فرما دیا۔

یہ ایسے قرائن و شواہد ہیں کہ جن سے عتبہ بن ابی وقاص اور زمعہ کی ام ولد کے مابین ناروا آشنائی کے ساتھ اس بات کا بھی ایک اشارہ ملتا ہے کہ ولیدۂ زمعہ کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ زمعہ کا نہیں تھا بلکہ عتبہ بن ابی وقاص کا تھا لیکن رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فراش کی بنیاد پر ان تمام شواہد و قرائن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صاف صاف یہ فیصلہ سنا دیا کہ۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ بچہ صاحبِ فراش (زمعہ) کا ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

اب ذرا ناظرین خاص طور سے توجہ فرمائیں کہ جب ایسے واضح قرائن و شواہد کے پائے جانے کے باوجود قیام فراش کو ترجیح دے کر بچے کو صاحب فراش کے لئے تسلیم کیا جا سکتا ہے تو جہاں ایسے قرائن و شواہد کا ثبوت بھی نہ ہو وہاں بچے کو صاحبِ فراش کے لئے کیوں نہیں مانا جا سکتا اور قیام فراش کو اوہام باطلہ اور ظنون مطرودہ پر کیوں نہیں ترجیح دیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں یہ بیان فرما دیا کہ زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے اور بچہ صاحب فراش کے لئے ہے تو زیر بحث مسئلے میں وہ آوارہ عورت اگرچہ زانیہ کہی جائے لیکن اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کیا زانی کے قرار پائیں گے جس کے لئے بحکم حدیث پتھر ہے۔ یا اس عورت کے شوہر کے ہوں گے جو صاحب فراش ہے۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہاں پر اس حدیث کی روشنی میں آخر کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔ یہاں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان بچوں کو ہندہ کے شوہر کا قرار دے کر دین مصطفوی میں کوئی نئی بات ایجاد کی ہے یا اسی حکم پر عمل فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے۔

ندائے عرفات کے ایڈیٹر صاحب تھوڑی ہی دیر کے لئے حق کی پاسداری کیجئے، اور یہ بتائیے کہ جس طرح ہندہ والے مسئلے میں آپ نے اوہام وخیالات کا سہارا لے کر ایک عالم اہل سنت کا تمسخر اور استہزا ر کیا ہے اور اس کے خلاف عوام کو بھڑکانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے کیا اسی طرح ولیدہ زمعہ والے مسئلے میں ویسے ہی اوہام وخیالات بلکہ مذکورہ بالا قرآن وشواہد کی بنیاد پر اس عناد کی تکمیل نہیں کی جاسکتی پھر بتائیے کہ کیا رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک آپ کے تمسخر اور استہزاء کی زد سے محفوظ رہ سکے گا۔ کیا انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے، کیا ان کی تعلیمات کا مقصد لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا اور بے گانہ بنانا تھا، کیا وہ مشرکانہ عقائد کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو آپ نے اس مسئلے کو جو ارشاد رسول "الولد للفراش وللعاھر الحجر" کے عین موافق ومطابق ہے مشرکانہ عقائد سے کیوں شمار کیا اگر آپ کو ذات رسالت سے کوئی کد ہے تو کھل کر سامنے کیوں نہیں آتے اور اعلیٰ حضرت کو آڑ کیوں بناتے ہیں ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اب ذیل میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ فتویٰ من وعن درج کیا جاتا ہے اسے بغور مطالعہ فرمائیے اور حق کا ساتھ دیجئے۔

مسئلہ ۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہوگیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائیں گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ بچہ اپنی ماں کا یقینی جز ہے جس میں شک و احتمال کو اصلاً گنجائش نہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم نہ ہو نظر بحقیقت ظنی ہے اگرچہ بحسب حکم شرعی وعرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک مخذول و نامقبول۔

الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم — لڑکا اس کے لئے ہے جس کی یہ فراش ہے (یعنی یہ جس کی بیوی ہے) اور لوگ اپنے نسب پر امین ہیں۔

ولہذا نسب پر شہادت بتسامع وشہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کر کے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں اخبار فرمایا۔

اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ — انکی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔

اور حق آبا میں صرف اتنا فرمایا۔

اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ — انھیں ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں۔

مگر کرامت انسان کے لئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو۔ جب کہ عقل بھی ناقص، دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہذا بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید، ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر فی نفسہٖ عندالناس

محتمل ہے، قطع کی طرف انھیں راہ نہیں، غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا، یا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا، پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں یقین ہو، ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہوا حتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے کہ ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے ممکن ہے کہ جن اس کے تابع ہوں، ممکن ہے کہ صاحب کرامت ہو، ممکن کہ کوئی ایسا عمل جانتا ہو، ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو، ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً واخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو نہ بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پائی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ھبہ تعبیر کی۔ (پ ۲۵ سورہ ۴۲)

يَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ الذُّكُوْرَ ۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے، نہ کہ مستحق ہبہ وعطا لہذا ارشاد ہوا "وللعاھر الحجر" زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ، مربی معلم، پرورش کنندہ نہ ہوگا لہذا ضروری ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب ہے اور شرعاً واخلاقاً بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً واخلاقاً بہت قریب سے قریب، اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بُعد عادی کے لحاظ سے بُعد شرعی واخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں۔ اس میں کون سا خلاف عقل و روایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف شرع واخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ "الولد

للفراش وللعاھر الحجر" زید اگر اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زائد فاصلہ اور صدہا دریا، پہاڑ سمندر حائل ہیں اور ایسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ پیدا ہوا، بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے درمختار اور فتح القدیر کے درج بالا جزئیات اور بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث ثبوت میں نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موتِ زید سے دو برس کے اندر یا اقرارِ انقضاء عدت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب شرعاً اولادِ زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا، ہاں جو موتِ زید سے دو برس بعد یا بصورت اقرارِ زن بانقضائے عدت اسی دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں، نہ اس کا ترکہ پائیں گے۔ درمختار میں ہے۔

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منھما (ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کان کبیرۃ ولو غیر مدخول بھا وان لاکثر منھا من وقتہ لا یثبت۔

بدائع الصنائع

موت کی عدت گذارنے والی عورت کے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ وہ وقتِ وفات سے دو سال سے کم میں پیدا ہوا ہو اور عورت بالغہ ہو اگرچہ شوہر نے بظاہر اس کے ساتھ وطی نہ کی ہو۔ اور اگر بچہ کی ولادت وقتِ وفات سے مدتِ مذکورہ سے زیادہ مدت میں ہوئی ہو تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا۔ (

وکذا المقرۃ لمضیہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للتیقن بکذبہا والالا۔ لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم (احکام شریعت ص۴۴ وص۴۵ وص۴۶ جلد دوم)

اور جس عورت نے عدت وفات کے ختم ہو جانے کا اقرار کر لیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (یعنی اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا) جب کہ بچہ کی پیدائش اقرار کے وقت سے حمل کی سب سے کم مدت (چھ ماہ) سے بھی کم میں ہوئی ہو کیونکہ یہاں عورت کا جھوٹ یقینی ہے اور اگر اتنی مدت سے زیادہ میں ولادت ہو تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا کیونکہ اب احتمال ہے کہ حمل کا وجود (یعنی استقرار) اقرار کے بعد ہوا ہو۔

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی ست ہمہ فتنہ غنودیم

واللہ تعالٰی و رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کیا جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے؟

نواں مسئلہ

جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے۔ اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال۔ جیسے بکری کا بچہ بھیڑیئے، یا کتے سے پیدا ہو۔"
(فتاوی رضویہ ص۴۴۴ ج ۱)

مسلمانو! بالخصوص رضا خوانی بھائیو! اس جدید رضا خوانی دھرم کا خلاصہ یہ ہے کہ بکری اور کتے کی جفتی سے جو پیدا ہو وہ حلال ہے اور اسی طرح گائے اور گدھے کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہو وہ حلال ہے۔ مولوی حشمت علی کے یہ دو شعر اس مقام کیلئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خانصاحب کی بارگاہ میں مولوی حشمت علی اس طرح بول رہے ہیں ؎

میرے آقا میرے داتا مجھے ٹکڑا مل جائے — دیر سے آس لگائے ہے یہ کُتا تیرا
اس عبید رضوی پر ہو کرم کی نظر — بد سہی، چور سہی ہے تو یہ کتا تیرا

(مولانا) حشمت علی خان صاحب نے خود کو اعلیٰ حضرت کا کُتا یقین کر کے ٹکڑا مانگا ہے۔ اور اپنے بد ہونے، چور ہونے کا اقرار کیا ہے۔ شاید مجدد بریلوی نے اس مسئلہ میں ایسے ہی کتوں کی رعایت کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ کتے سے اگر بکری کے بچہ پیدا ہو تو وہ حلال ہے۔ معاذ اللہ (ندائے عرفات ص۲۰ و ص۴۹)

یہ ہے دیوبندی تہذیب، جس پر انہیں ناز ہے۔"جانوروں کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے"۔ یہ حنفی مسلک کا ایسا معروف و مشہور اور محقق اور مسلم الثبوت ضابطہ ہے کہ فقہ سے ادنیٰ سا بھی مس رکھنے والے کسی صاحب ہوش سے اسکے انکار کا وہم و گمان نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ذیل کے شواہد سے بخوبی اندازہ ہوگا۔ تحفۃ الاقران میں ہے۔

نتیجۃ الاھلی، والوحشی تلحق بالام علی المرضی

بکری اور ہرن کی جفتی سے پیدا ہونے والا بچہ پسندیدہ اور مختار مسلک کے مطابق ماں کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (یعنی احکام میں ماں کے تابع ہوگا)

ومثلہ نتیجۃ المحرّم مع المباح یا اخی فاعلم

اور اے میرے بھائی جان لو کہ حلال و حرام جانور کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ مذہب مختار پر ماں کے حکم میں ہوگا)۔

(شامی ص۱۵۱ ج ا بحوالہ تحفۃ الاقران، باب الاضحیۃ)

ردالمحتار میں ہے۔

المشھور فی کلامھم من اطلاق ان العبرۃ للام۔ (کتاب مذکور ص۱۵۱ ج ا)

فقہاء کے کلام میں یہ مشہور ہے کہ (جانوروں میں) علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔

غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی اور نہر الفائق، پھر شامی میں ہے۔

ان الاصل فی الحیوانات الالحاق بالام کما صرحوا بہ فی غیر موضع (وزاد فی ش) ونحوہ فی النھر اھ

(غنیہ ص ۱۷۰، شامی ص ۱۵۰ ج ا مطلب، ست تورث النسیان)

بے شک جانوروں کے باب میں ضابطہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں جیسا کہ فقہاء نے کثیر مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے اور نہر الفائق میں اسی کے ہم معنی صراحت ہے۔

ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

المولود بین الاھلی، والوحشی

بکری اور ہرن کی جفتی سے جو جانور پیدا

یتبع الام ۔ لانھا الاصل فی التبعیۃ اھ (ہدایہ ص ۴۴۹ ج ۴) ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا کیونکہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

الام ھی المعتبرۃ فی الحکم اھ (بحر الرائق ص ۱۴۱ ج ۱) (جانوروں کے) حکم میں ماں ہی کا اعتبار ہے۔

مجمع الانہر اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

فان کانت امہ بقرۃ یوکل بلاخلاف ۔ لان المعتبر فی الحل، والحرمۃ الام فیما تولد من ماکول وغیر ماکول ۔ اھ و نحوہ فی البنایۃ ۔ اھ اگر خچر کی ماں گائے ہے تو وہ بالاتفاق کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ اس جانور کے حلال و حرام ہونے میں جو ماکول اور غیر ماکول سے پیدا ہو ماں کا اعتبار ہے (کہ ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے اور ماں حرام تو بچہ بھی حرام۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں اس مسئلہ خاص کی شہادت فراہم کرتے ہوئے بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع کے حوالہ سے ایک نہایت لطیف و نفیس تحقیق پیش کی ہے وہ خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے حاشیہ میں اس بات کا انکشاف فرمایا ہے کہ آخر جانوروں میں بچہ کیوں ماں کے تابع ہوتا ہے یا ان کی حلت و حرمت وغیرہ کے احکام ماں کی حلت و حرمت وغیرہ پر کیوں مبنی ہیں؟ علامہ شامی رقم طراز ہیں:۔

(قولہ: اعتبار اللام) لانھا الاصل فی الولد لانفصالہ منھا وھو حیوانٌ متقومٌ ولا ینفصل من الاب الا ماءً فقہاء نے ماں کا اعتبار اس لئے کیا کہ ماں ہی بچہ کی اصل اور جڑ ہے کیونکہ بچہ ماں سے جدا ہوتا ہے۔ جو حیوان متقوم ہے (تو یہ ماں کا جزء ہوا اور ماں اس کی اصل ہوئی

مهينا ولهذا يتبعها في الرق والحرية ۔ وانما اضيف الآدمي الى ابيه تشريفا له وصيانة له عن الضياع والا فالاصل اضافته الى الام كما في البدائع اه

(رد المحتار ص۱۵۱ وص۱۵۱ ج ۱)

اور باپ سے تو صرف حقیر پانی جدا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام ہونے اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور آدمی جو اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ محض اس کی اظہار شرافت کیلئے اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ورنہ اصل یہی ہے کہ آدمی بھی اپنی ماں کی طرف منسوب ہو۔ بدائع الصنائع میں ایسا ہی مذکور ہے۔

فاضل جلیل علامہ اخی چلپی یوسف بن جنید توقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۵ھ) نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی کے مناسب اور ہم معنی وضاحت پیش کی ہے چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز اور قابل افتخار تصنیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ" معروف بہ "حاشیہ چلپی" میں لکھتے ہیں۔

"ہرن اور گائے کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا، اس لئے کہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے کیونکہ بچہ ماں کا جزء ہے اور اسی بناء پر وہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نر کے جسم سے پانی الگ ہوتا ہے جو اس حکم کا محل نہیں ہے (یعنی منی میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ بچے کو اس کا تابع قرار دیا جائے) اور ماں سے حیوان جدا ہوتا ہے جو اس حکم کا یعنی تابع ہونے کا محل ہے۔ پس بچہ کی تبعیت کا اعتبار ماں کے ساتھ کیا گیا ہے"۔

(ص ۵۷٤ ج ٤، اضحیۃ، نول کشور)

ان عبارات میں جانوروں کے متعلق یہ اصل وضابطہ بتایا گیا ہے کہ ان

کے احکام میں علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔ اور یہ ایسا ضابطہ ہے جو فقہاء عظام وعلماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام میں درجۂ شہرت پر فائز ہے۔ اور یہی ان کے نزدیک مختار اور راجح ہے۔ اب خاص بھیڑیا والے مسئلہ کا جزیہ ملاحظہ فرمائیے۔

بھیڑیئے کا حکم فقہی تصریحات سے

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

ان الذئب لونزا علی شاۃ فولدت ذئبا حل اکلہ، ویجزی فی الاضحیۃ اھ۔ (بحر الرائق ص۱۴۱ ج ۱)

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جفتی کیا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس بچے کو کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہے۔

ہدایہ کے باب الاضحیہ میں ہے

ان نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد اھ (ہدایہ ص۴۴۹ ج ۴)

اگر بھیڑیئے نے بکری کے ساتھ جفتی کیا تو بچے کی قربانی ہو سکتی ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ کتاب الطہارت میں ہے۔

ان الذئب اذا نزا علی شاۃ فولدت ذئبا حل اکلہ ویجزی فی الاضحیۃ ذکرہ صاحب الکافی فی الاضحیۃ۔ اھ

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جوڑا کھایا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس کا کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہو جائے گا۔ صاحب کافی نے قربانی کے بیان میں اس کو ذکر کیا ہے۔

اب کتے اور بکری کے جماع سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

کتے کے حکم کے متعلق ایک جزئیہ

مجمع الانہر میں قہستانی کے حوالے سے منقول ہے۔

وان شاۃ لوحملت من کلب و رأس ولدھا رأس کلب اُکل

بکری اگر کتے سے بچہ جنے اور اس بچے کا سر کتے کا سر ہو تو وہ کھایا جائے گا

الا راسہ ان اکل العلف دون اللحم اھ — مگر اس کا سر نہیں کھایا جائے گا اگر گھاس کھاتا ہو اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں کھایا جائے گا۔

(ص ۵۱۳ ج ۲)

اس عبارت میں جو یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ "وہ بچہ اگر گھاس کھاتا ہو تو اسے کھایا جائے گا اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں" تو یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ بچہ کتے کی شکل وصورت پر ہو۔ اور اگر اس کی شکل وصورت بکری ہی جیسی ہے تو وہ بغیر کسی اختلاف کے کھایا جائے گا۔

یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کتے کی جفتی سے اگر بکری نے بکری کا سا بچہ جنا تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ ان کا اختراع اور تراشیدہ ہے؟ یا مذہب حنفی کی دیانتدارانہ ترجمانی؟ ؂

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ از یں سخنم پند گیر خواہ ملال

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اور اعتراف حقیقت

اب آگے بڑھئے اور شاخسانہ نویس صاحب کے گھر کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہائے ذیل کے بارے میں۔

۱۔ —— بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور وہ بکری کے حکم میں ہو گا کہ ہرن کے۔

۲۔ —— خچر جس کی ماں گھوڑی ہو اس کا جوٹھا کھانا حرام ہے یا مکروہ۔ گھوڑے کے حکم میں ہے کہ خچر کے۔ ؟ المستفتی محمد ابو الکلام رنگ ساز

کریم الدین پور۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ ۔ ۲۸ جولائی ۷۹ء

باسمہ سبحانہ

الجواب نمبر ۵۴ حامداً و مصلیاً۔ (۱) ـــــ جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ "الاشباہ والنظائر" میں یہ لکھا ہے "الولد یتبع الام" یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ جو حکم ماں کا وہی بچہ کا۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن اس کی قربانی درست ہو ـــــ مگر ایک دوسرا قاعدہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ "اذا اختلطا[1] الحلال والحرام غلب الحرام" یعنی جب حلال حرام مخلوط ہو جائیں تو حرام کا اثر غالب رہے گا۔ بکری کی قربانی درست ہرن کی نادرست۔ ان کے اختلاط کے نتیجے میں قربانی نادرست ہونی چاہئے۔ قول اول (یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے) راجح ہے۔ (۳) اس کا حال بھی نمبر ا سے ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۴/۹/۱۳۹۹ھ

اس فتوے سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جانوروں کے متعلق جو ضابطہ نقل فرمایا ہے دیوبندیوں کے نزدیک بھی وہی راجح ہے یعنی بچہ اپنے احکام میں ماں کے تابع ہوگا جو حکم ماں کا ہوگا وہی اس کا بھی قرار پائے گا۔ اور سوال نمبر ۳ کے جواب سے یہ امر بھی اچھی طرح نمایاں ہے کہ مسلک راجح کے مطابق وہ خچر گھوڑے کے حکم میں ہے جس کی ماں گھوڑی ہو تو اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ ـــــ ماں کے گھوڑی ہونے کی وجہ سے خچر اگر گھوڑے کے حکم میں ہو سکتا ہے تو بکری کا بچہ جو بھیڑیے یا ہرن یا کتے کے جماع سے پیدا ہو بکری کے حکم میں کیوں نہیں ہو سکتا۔

---

[1] اس فتویٰ میں ایک علمی کمال کا مظاہرہ یہ کیا گیا ہے کہ اشباہ ونظائر کے دوسرے والے قاعدہ کو اس طرح بیان کیا گیا۔ "اذا اختلطا الحلال والحرام" یعنی فعل کو تثنیہ استعمال کیا گیا حالانکہ علم نحو کے ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ جب فاعل ظاہر ہو تو فعل بہر حال واحد لایا جائے گا۔ ۱۲ منہ

درسِ عبرت

جناب شاخسانہ نویس صاحب نے اپنی تحریر مذکور میں شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جن شرافتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان سے ان کی فطرت اور ان کے مذاق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ــــ ہم جناب کو صرف درس عبرت دینے کے لئے اکابر دیوبند کے چند ارشادات سپرد قلم کر رہے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیے اور چاشنی بدل لیجئے ؎

نوا را تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی
حدے را تیز تر میخواں چوں محمل را گراں بینی

۱ ــــ بانیٔ مدرسہ دیوبند، اور دیوبندی جماعت کے قاسم العلوم والخیرات مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب قصائد قاسمی میں نغمہ زن ہیں۔

تیرے بھروسے پہ رکھتا ہے عزۂ طاعت ـــ گناہ قاسم برگشتہ بخت، بد اطوار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام ـــ کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے یہ پکار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ ـــ کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

کہئے جناب! کیا آپ اپنے بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بارے میں یہ ارشاد فرمائیے گا کہ ــــ انہوں نے اپنے کو بد اطوار، بہت بڑا مجرم، اور نام کا مسلمان یقین کر کے بڑی حسرت کے ساتھ کتا بننے کی آرزو ظاہر کی ہے۔

۲ ــــ دیوبندی گروپ کے مربیٔ خلائق، مطاعُ العالم اور بانیٔ اسلام کے ثانی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنی مایۂ ناز تصنیف فتاویٰ رشیدیہ میں ان الفاظ میں دستخط کئے ہیں۔

"کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی"

اور براہین قاطعہ کی تقریظ میں "احقر الناس بندہ رشید احمد گنگوہی"

تحریر کیا ہے ـــــ انہیں حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے ـــــ "الاحقر" کا معنی ہے ـــــ "بہت زیادہ ذلیل وحقیر" ـــــ اور "احقر الناس" کا معنی ہے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وحقیر اور سب سے کمتر" ـــــ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو ـــــ "الاحقر" اور "احقر الناس" تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اعتراف واقرار کیا ہے کہ ـــــ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وحقیر اور سب سے کمتر ہیں۔

اب سوال اس بات کا ہے کہ رب السمٰوٰت والارض کی وہ کون سی مخلوق ہے جو سب سے زیادہ ذلیل وخوار ہے ـــــ تو اس کا واضح جواب قرآن حکیم میں موجود ہے۔ خود خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان کا امتیازی اور نمایاں وصف بتا کر ان کا چہرہ اور صحیح خدوخال اس طرح پیش کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ (المجادلہ)

بے شک وہ لوگ جو اللہ ورسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ (البینہ)

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

نشا خسانہ نویس صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ارشاد فرمائیے کہ: کیا آپ ان قرآنی آیتوں کے پیش نظر اپنے گھر کے بزرگوں کی شان میں بھی اس طبعی شرافت کا مظاہرہ کیجئے گا جس کا اظہار کہیں آپ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ نہایت غیر مہذب انداز میں کیا ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے   دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے   ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

عورت کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا

دسواں مسئلہ

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی. وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر، یا بلا اسلام وہ دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۹۲)

مسلمانو! مجدد البدعات بریلوی کی خرافات وہفوات کے چند نمونے آپ کے سامنے ہم نے پیش کئے ہیں. غور سے ملاحظہ فرمانے کے بعد خان صاحب کے دین و مذہب کا آپ کو پتہ چل جائے گا. اور خان صاحب کی حق پوشی اور ناحق کوشی بھی روز روشن کی طرح سے آپ پر واضح ہو جائے گی۔

(ندائے عرفات ص۴۴)

ایڈیٹر صاحب! امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر تیر و نشتر چلانے سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے تھی، ملاحظہ کیجئے۔ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ۔

مفتی محمد شفیع صاحب سے یہ سوال ہوا۔

"ہندہ زوجۂ زید تقریباً دو تین سال سے اپنے خاوند سے ناشزہ رہی اب چھ ماہ سے اسلام کو ترک کر کے مذہب عیسائی اختیار کر لیا ہے تو نکاح قائم ہے یا منقطع ہو گیا۔ اگر ہندہ پھر اسلام قبول کرے تو زید کا نکاح عود کرے گا یا نہیں؟ (صـ۱۲۴ ج ۱)

اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ خامہ فرسائی کی۔

"مرتد ہو جانے سے ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا، پھر جب کبھی وہ اسلام قبول کرے اس کو زید ہی کے نکاح میں رہنا ہوگا مگر نکاح جدید کرنا پڑے گا"

(امداد المفتیین ج ۱ صـ۱۲۴)

پھر جب حالات زمانہ پر نظر ڈالی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیروکار ہو گئے، اور اس فتوے پر یہ حاشیہ تحریر کیا۔

"یہ حکم ظاہر الروایہ کے مطابق لکھا گیا تھا لیکن بعد میں حوادث و حالات اور ضروریات اسلامیہ پر نظر کر کے بمشورۂ اکابر دوسرا حکم جو دوسری روایت پر مبنی ہے اور جس کو مشائخ بلخ وغیرہ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور احقر نے اس پر مستقل رسالہ "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" لکھا جو رسالہ حیلۂ ناجزہ کا جز ہو کر شائع ہوا ہے بہر حال اب فتویٰ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

محمد شفیع عفی عنہ۔ صفر ۱۳۶۶ھ

(امداد المفتیین ج ۱ صـ۱۲۴) (فتاویٰ دار العلوم)

یہ فیصلہ اکابر دیوبند کے مشورے سے مفتی شفیع صاحب نے آج سے پینتیس ۳۵ برس پہلے صادر کیا تھا۔ تو ایڈیٹر صاحب فرمائیے، کیا ان پر بھی آپ وہی تبرا کریں گے جس کی مشاقی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے کی ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

واقعہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو مسئلہ تحریر فرمایا ہے وہ مشائخ حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کی ترجمانی ہے اور آپ اس باب میں انہیں کے نقش قدم کے پیروکار ہیں جیسا کہ ذیل کے فقہی جزئیات سے بخوبی اندازہ ہوگا۔

فقہ حنفی کی معتمد کتاب الدر المختار میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی گئی۔

وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجرا، وتیسیرا لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر۔

بلخ کے مشائخ کرام نے عورتوں کو کفر سے روکنے اور لوگوں کی آسانی کے لئے یہ فتویٰ صادر کیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے میاں بیوی کے درمیان فرقت نہیں واقع ہوگی خاص کر اس عورت کے مرتد ہونے سے جو کفر کا ارتکاب کر کے انکار کر بیٹھتی ہے۔

قال فی النھر:- والافتاء بھذا اولی من الافتاء بما فی النوادر۔ اھ (الدر المختار شرح تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۱ باب نکاح الکافر، نعیمی)

نہر میں فرمایا کہ اس قول پر فتویٰ دینا نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ میں نہر کی اصل عبارت نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔

عبارتہٗ: ولا یخفی ان الافتاء بما اختارہ بعض ائمۃ بلخ من الافتاء بما فی النوادر۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض ائمہ بلخ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس پر فتویٰ دینا روایت نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

ولقد شاھدنا من المشاق فی تجدیدھا، فضلاً عن جبرھا بالضرب ونحوہ مالا یعد ولا یحد۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ مرتد ہونے والی عورت سے نکاح جدید کرنے میں بے حد وبیشمار مشقتیں ہیں تو پھر اسکی پٹائی وغیرہ کرکے تجدید اسلام پھر تجدید نکاح پر اسے مجبور کرنا کس درجہ مشقت کا باعث ہوگا۔

وقد کان بعض مشائخنا من علماء العجم ابتلی بامرأۃ تقع فیما یوجب الکفر کثیرا ثم تنکر، وعن التجدید تابی۔ ومن القواعد "المشقۃ تجلب التیسیر واللہ المیسر لکل عسیر۔

ہمارے بعض مشائخ عجم کے سر ایک عورت کی مصیبت یہ آگئی کہ وہ اکثر کفر کا ارتکاب کرتی پھر مکر جاتی، ساتھ ہی تجدید اسلام وتجدید نکاح سے بھی انکار کرتی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے۔

(رد المحتار ص۳۹۲ ج۱، نعمانیہ۔ منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بھی یہ مسئلہ منقول ہے۔

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند افتوا بعدم الفرقۃ بردتھا حسما لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ۔ اھ

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند نے فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فرقت نہیں واقع ہوگی۔ تاکہ شوہر سے رہائی حاصل کرنے کیلئے کفر کو حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے اور معصیت کا دروازہ بند ہوجائے۔

(البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

ذخیرۃ العقبیٰ شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے۔

"بلخ اور سمرقند کے مشائخ کرام اور امام حاکم شہید رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے دین سے پھر جانا نکاح کے فاسد بنانے میں اثر انداز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے باعث تجدید نکاح واجب ہوگا تاکہ عورتوں کے ارتداد کا دروازہ بند ہوجائے"۔

(ذخیرۃ العقبیٰ معروف بہ حاشیہ چلپی ص ۱۰۶، اخیر باب نکاح الرقیق والکافر مطبع نول کشور۔)

واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں مذہب حنفی کی دو روایتیں ہیں۔

(۱) ظاہر الروایۃ (۲) نادر الروایۃ

اس زمانے میں دونوں ہی روایتوں پر عمل حد درجہ دشوار، بلکہ ناممکن ہے جیسے اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ ناممکن ہے اب اگر ان روایات کے مطابق فسخ نکاح کا حکم صادر کیا جائے تو پھر اس سے پیدا ہونے والے ضرر عام کے مٹانے کی کوئی سبیل نہ ہوگی، عورتوں میں شوہروں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے مذہب سے ارتداد عام ہو جائے گا اور اس پر کنٹرول ناممکن ہوگا اس لئے فقہائے کرام نے قواعد مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم فسخ کا فرمان جاری کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اگر مذہب اسلام سے پھر جائے مثلاً خدائے پاک جل جلالہ یا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دے یا تصدیق کے منافی کوئی بات بول دے یا کام کر دے تو اس کا نکاح فوراً ختم کر دیا جائے گا، لیکن اس کے ساتھ عورت پر ایسی عبرتناک اور ہوش ربا پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ وہ شوہر سے کسی طرح آزادی نہیں حاصل کر سکتی۔

ظاہر الروایہ میں اس کی سزا یہ مقرر ہے کہ اسے پچھتر کوڑے مارے جائیں اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، اگر اسلام نہ قبول کرے تو اسے زندگی بھر سزائے قید میں مبتلا رکھا جائے، اور اگر اسلام قبول کر لے تو قاضی شرع زبردستی اسی شوہر کے ساتھ اس کا نکاح معمولی مہر کے بدلے میں کر دے۔

نادر الروایۃ میں عورت اسلام سے پھر جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہو جاتی ہے اس لئے شوہر کو اس سے نکاح کرنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہے تو اسے اپنی لونڈی بنا کر تصرف میں رکھے ورنہ حاکم اسلام سے خرید کر تصرف میں لائے۔

فتح القدیر میں ہے

وعامة مشائخ بخاری افتوا بالفرقة وجبرها علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجها الاول، لان الحسم بذالك یحصل۔

عامہ مشائخ بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت اسلام قبول کرنے اور شوہر اول کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی کہ اس کی وجہ سے ارتداد کو فسخ نکاح کا حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے گی۔

ولکل قاض ان یجدد النکاح بینهما بمهر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا۔ وتعزر خمسة وسبعین، ولا تسترق المرتدة ما دامت فی دار الاسلام فی ظاهر الروایة۔

اور ہر قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ان دونوں کے درمیان تجدید نکاح کردے اور مہر معمولی ہو اگرچہ ایک دینار، چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ اس عورت کو پچہتر کوڑے سزا میں مارے جائیں گے اور جب تک وہ دار الاسلام میں ہے باندی نہیں بنائی جائے گی یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔

وفی روایة النوادر عن ابی حنیفة تسترق۔ اھ (فتح القدیر ص ۲۹، جلد ۳۔ والدر المختار ورد المحتار ص ۳۹۲ ج ۲)

اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوادر کی روایت ہے کہ اسے باندی بنا لیا جائے گا۔

درمختار میں ہے۔

وحاصلها: انها بالردة تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ویشتریه الزوج من الامام او یصرفها الیه لو مصرفا۔ اھ

روایت نوادر کا حاصل یہ ہے عورت مرتد ہو جائے تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باندی بنائی جائے گی اور وہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگی، شوہر اسے سلطان اسلام سے خرید لے

اور اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہو تو سلطان اسے بلا معاوضہ عطا کردے۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار صفحہ ۱۹۵ ج ۳ البحر الرائق صفحہ ۲۳ ج ۳)

ہر دانشمند اپنے اہل و عیال کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور خلاف ورزی پر اس کے ساتھ تادیبی کاروائی کرتا ہے اور اگر کوئی بغاوت کر بیٹھے تو اس کی سرزنش میں کوئی دریغ نہیں کرتا ورنہ کسی بھی قوم کی تہذیب اور اس کا تشخص برقرار نہ رہے گا، اسی طرح اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کی اصلاح کے لئے ممکن تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، ورنہ جہاں میاں بیوی میں کچھ اَن بَن ہوئی عورت اپنے مذہب سے بغاوت کا علم بلند کردے گی، اس لئے نہیں کہ دوسرا مذہب، مذہب اسلام سے اچھا ہے بلکہ صرف اپنے شوہر کو جلانے اور اس کی ضد میں نکاح سے رہائی کے لئے یہ حیلہ اختیار کرے کہ وہ وہابی، یا دیوبندی ہو جائے۔

الغرض یہ امر تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک ہندوستان ہی نہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں اب دونوں روایتوں پر عمل نہیں ہو سکتا۔ نہ تو عورت کو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو باندی بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مشائخ بلخ و سمرقند کے مذہب مختار کے مطابق فتویٰ دیا کہ اب عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا اور احکام شریعت جلد دوم صفحہ ۵۹ اور صفحہ ۶۰ میں اس کی دلنشین انداز میں وضاحت بھی فرمادی، اور خود فتاویٰ رضویہ جلد اول میں بھی ——— جہاں سے اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے ——— ضمنی طور پر اس کی علت بیان فرمادی ہے اور اس کو اتنا واضح تو کر ہی دیا ہے کہ قارئین کچھ بھی انصاف کی خو، بو ہو تو وہ مصلحت شرعیہ سے لبریز اس فتوے کے آگے سر تسلیم خم کردے۔

فرماتے ہیں۔

" اسی وجہ سے میں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمان کی

عورت مرتد ہو جائے تو بھی اس کا نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ وہ نکاح ختم کرنے کے لئے مرتد ہونے میں بڑی دلیری و جسارت کے ساتھ جلدی کرتی ہیں اور ہمارے بلاد میں نہ ان کو باندی بنانا ممکن ہے، نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لئے انھیں کوڑے مارنا اور مجبور کرنا ہمارے بس میں ہے۔ میں نے اپنے فتاویٰ کے کتاب السیر میں اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔"

(عربی سے ترجمہ) فتاویٰ رضویہ ص۳۹۳ و ص۳۹۴ ج ۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جس پس منظر میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے اس میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ اس حقیقت کو بھی اجاگر کر دیا ہے کہ یہ مذہب سے انحراف نہیں ہے۔ بلکہ مذہب کے قواعد عامہ کے عین موافق و مطابق ہے۔

میں اس مقام پر پہنچ کر یہ سوچتا ہوں کہ آخر شاخسانہ نویس نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی آڑ میں فقہائے حنفیہ پر یہ کیچڑ کیوں اچھالی ہے اور ارتداد کا دروازہ بند کرنے پر یہ اس طرح آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہٗ اتم واحکم

کتبہٗ

محمد نظام الدین الرضوی

خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

۱۱ر رجب ۱۴۰۱ھ

مؤلف کی حیات اور کارنامے ایک نظر میں

مؤلف ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے گاؤں کے مکتب سے تعلیمی سفر شروع کیا جو انجمن معین الاسلام بستی، مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ، ضلع بہرائچ ہوتے ہوئے جامعہ اشرفیہ مبارک پور پر ختم ہوا، آپ کو جامعہ کا ماحول اتنا پسند آیا کہ یہاں آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

نام و شجرۂ نسب: محمد نظام الدین رضوی بن خوش محمد انصاری (مرحوم) بن سخاوت علی انصاری (مرحوم) بن فتح محمد انصاری (مرحوم) بن خدا بخش انصاری (مرحوم)۔

ولادت: ۲؍ مارچ ۱۹۵۷ء جمعرات ایک بجے شب۔

وطن اصلی: موضع بھوجولی، پوکھرا ٹولا (Bhujauli, Pokhara Tola) ڈاک خانہ بھوجولی بازار، تھانہ راجہ بازار، کھڈا، ضلع (قدیم) دیوریا، (جدید) کوشی نگر، اتر پردیش، ہند۔

وطن اقامت: متصل جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یو. پی.)

اب عرصۂ دراز سے مستقل بود و باش یہیں اختیار کر لی ہے۔

دار العلوم اشرفیہ میں داخلہ: شوال ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء درجۂ سابعہ۔

فراغت: یکم جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء۔

مدتِ تعلیم، دار العلوم اشرفیہ: ۴؍ سال: ایک سال درجۂ سابعہ، اس کے بعد دو سال درجۂ تحقیق فی الفقہ، پھر ایک سال درجہ فضیلت۔

معین المدرسین دار العلوم اشرفیہ: ذو قعدہ ۱۳۹۸ھ۔ تقرر بحیثیت مدرس دار العلوم اشرفیہ، شوال ۱۴۰۰ھ/ اگست ۱۹۸۰ء۔

تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کے لیے تعین: محرم الحرام ۱۴۰۱ھ۔

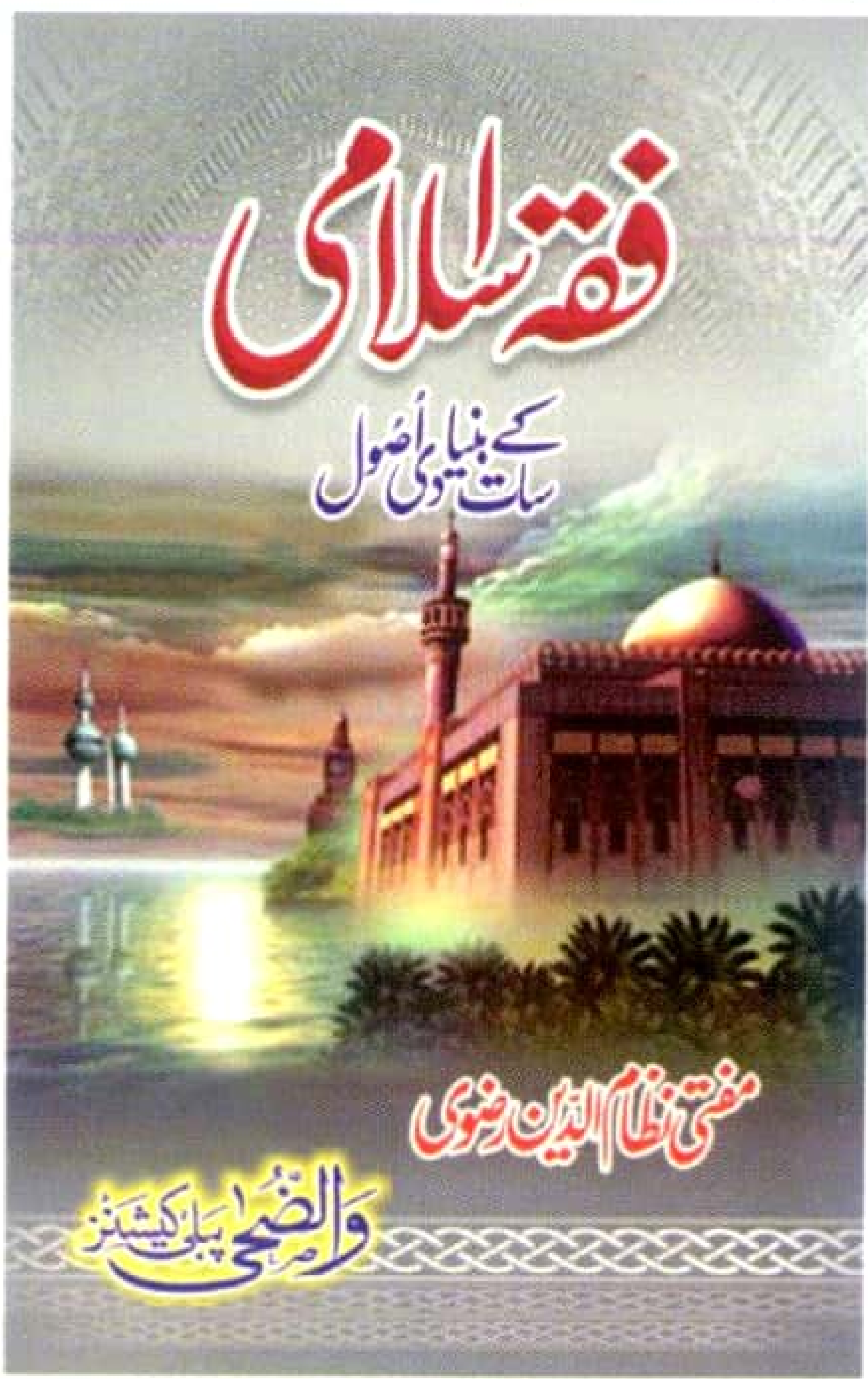
پہلا مبسوط فتویٰ بنام "فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد" جمادی الآخرہ و رجب ۱۴۰۱ھ، ترتیب کتاب "فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ" ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ تا جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ (کثرت مشاغل کے سبب یہ کام ملتوی ہوا، اب تک یہی حال ہے، یہ کاپی سائز کے ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے)

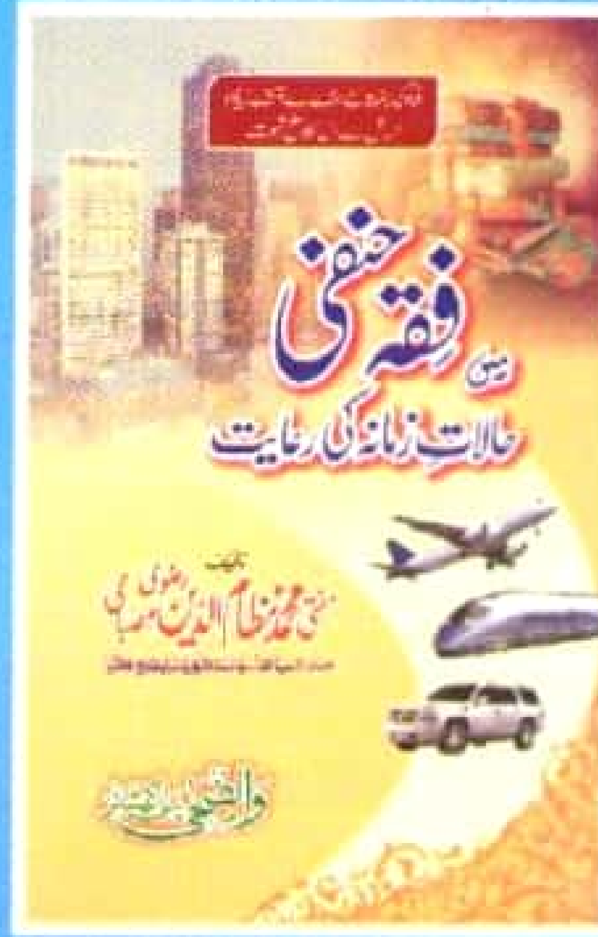
دلچسپی کے میدان: تدریس، فتویٰ نویسی، مقالہ نگاری، جلسۂ عام میں سوال و جواب کے ذریعہ تبلیغِ دین، سمیناروں میں شرکت۔ تادمِ تحریر ایک سائنسی، ایک سماجی، ایک اصلاحی، تین تاریخی، دو تعلیمی

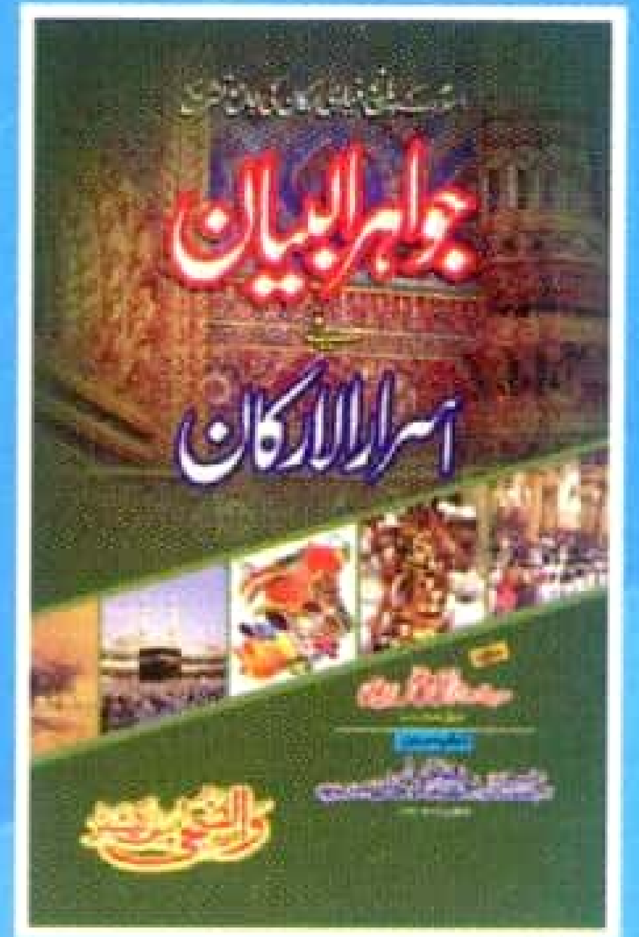
اور ۴۰؍فقہی سیمناروں کے لیے مقالے لکھے جو مقبول ہوئے۔ نیز ان سیمناروں میں شرکت کی۔ کانفرنسوں کی شرکت اس کے سوا ہے۔ مجموعی طور پر اب تک ۶۰؍ سیمناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کی۔

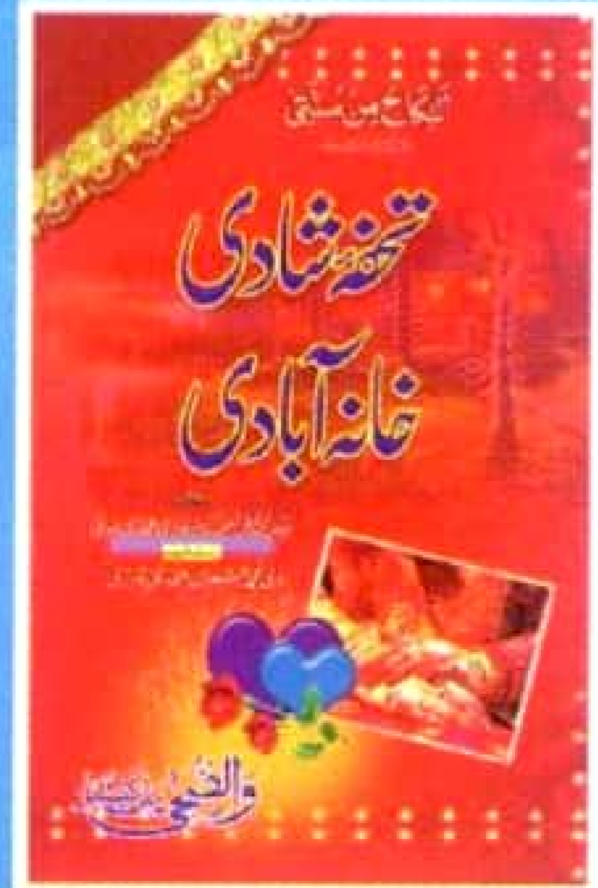
تصانیف: تصانیف کی تعداد ۴۴؍ رہی، جن کی نوعیت اور عناوین یہ ہیں:

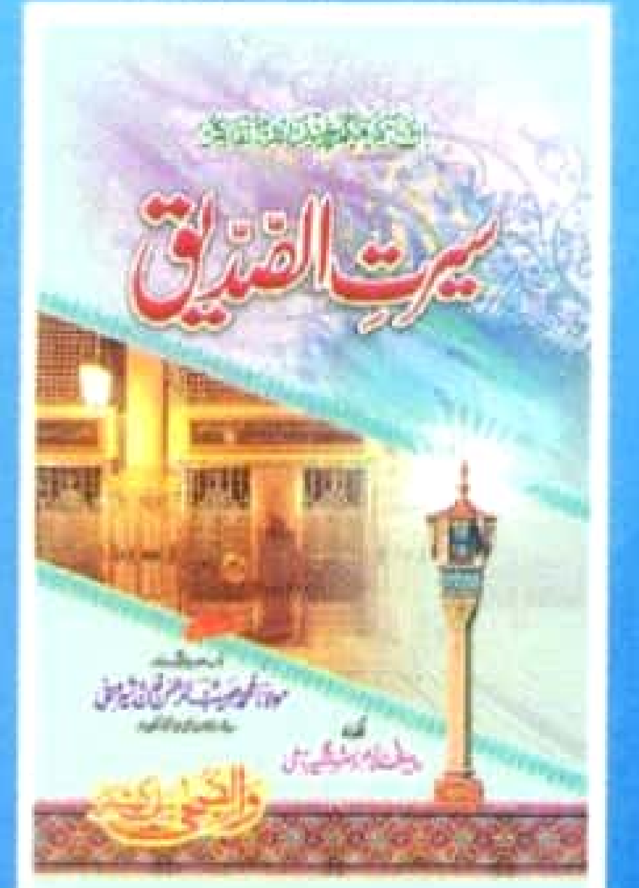
(۱) الحواشی الجلیۃ فی تائید مذہب الحنفیۃ علیٰ شرح صحیح مسلم (۲) فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ کتاب و سنت کی روشنی میں (۳) عصمت انبیا (۴) لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم (۵) شیئر بازار کے مسائل (۶) جدید بینک کاری اور اسلام (۷) مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۸) مبارک راتیں (۹) عظمت والدین (۱۰) امام احمد رضا پر اعتراضات - ایک تحقیقی جائزہ (۱۱) ایک نشست میں تین طلاق کا شرعی حکم (۱۲) فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول (۱۳) دو ملکوں کی کرنسیوں کا اُدھار، تبادلہ و حوالہ (۱۴) انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم (۱۵) دُکانوں، مکانوں کے پٹہ و پگڑی کے مسائل (۱۶) تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم (۱۷) خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام (۱۸) تعمیر مزارات احادیث نبویہ کی روشنی میں (۱۹) خسر، بہو کے رشتے کا احترام اسلام کی نگاہ میں (۲۰) اعضا کی پیوند کاری (۲۱) فلیٹوں کی خرید و فروخت کے جدید طریقے (۲۲) بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نامزدگی کی شرعی حیثیت (۲۳) فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام (۲۴) کان اور آنکھ میں دوا ڈالنا مفسدِ صوم ہے یا نہیں (۲۵) جدید ذرائع ابلاغ اور رویتِ ہلال (۲۶) طویل المیعاد قرض اور ان کے احکام (۲۷) طبیب کے لیے اسلام اور تقویٰ کی شرط (۲۸) نیٹ ورک مارکیٹنگ کا شرعی حکم (۲۹) فسخ نکاح بوجہ تعسُّر نفقہ (۳۰) فقہ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے (۳۱) مسلک اعلیٰ حضرت عصر حاضر میں مسلکِ اہلِ سنت کی مترادف اصطلاح (۳۲) جداگانہ احکام اور فقہی اختلافات کے حدود حقائق و شواہد کے اجالے میں (۳۳) مساجد کی آمدنی سے اے سی وغیرہ اخراجات کا انتظام (۳۴) تعدیۂ مرض شرعی نقطۂ نظر سے (۳۵) خلافتِ شرعی اور فضائلِ خلفاے راشدین (۳۶) جلوسِ عید میلاد النبی ﷺ سنتِ صحابہ کی یادگار (۳۷) برقی کتابوں کی خرید و فروخت شرعی نقطۂ نظر سے (۳۸) مسئلہ کفاءت عصرِ حاضر کے تناظر میں (۳۹) بینکوں کی ملازمت شریعت کی روشنی میں (۴۰) اجتہاد کیا ہے اور مجتہد کون؟ (۴۱) تہتر میں ایک کون؟ (۴۲) ترکِ تقلید اور غیر مقلدین کے اجتہادی مسائل (۴۳) ثبوتِ ہلال کی نو صورتیں (۴۴) اور ۱۵؍ جلدوں میں "فتاویٰ نظامیہ" جو دراصل "فتاویٰ اشرفیہ مصباح العلوم" ہے۔

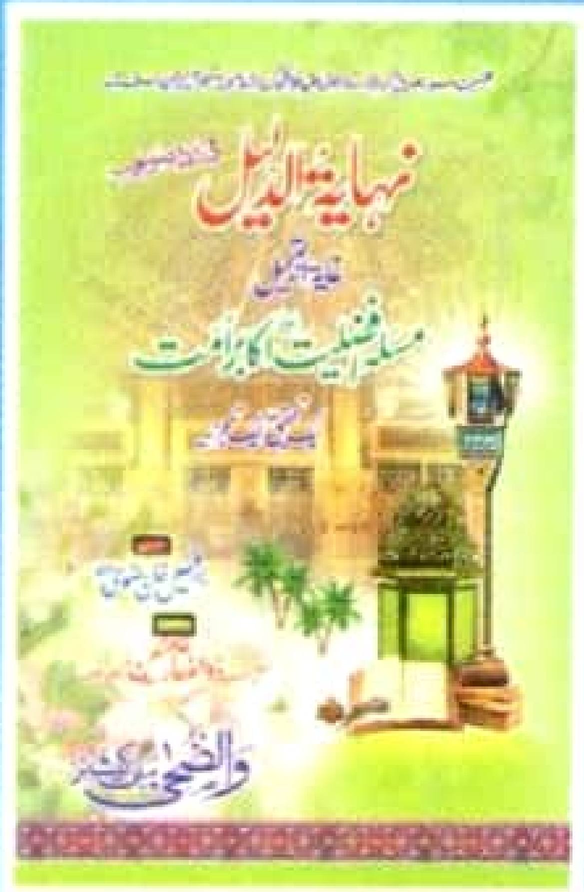


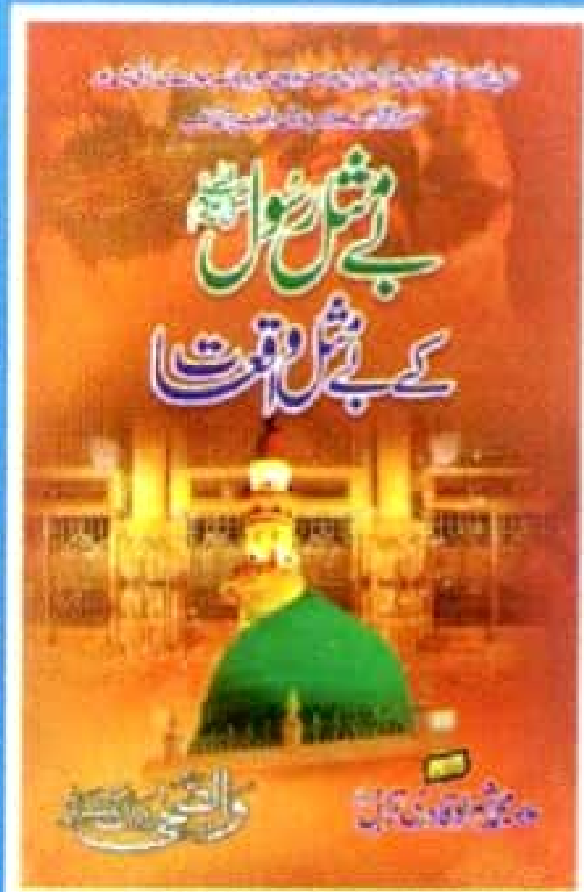




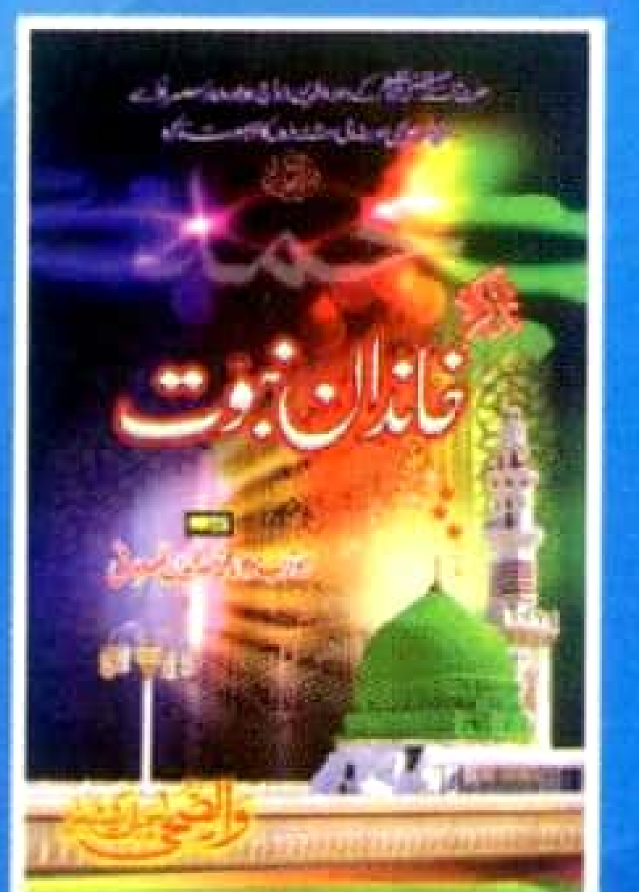


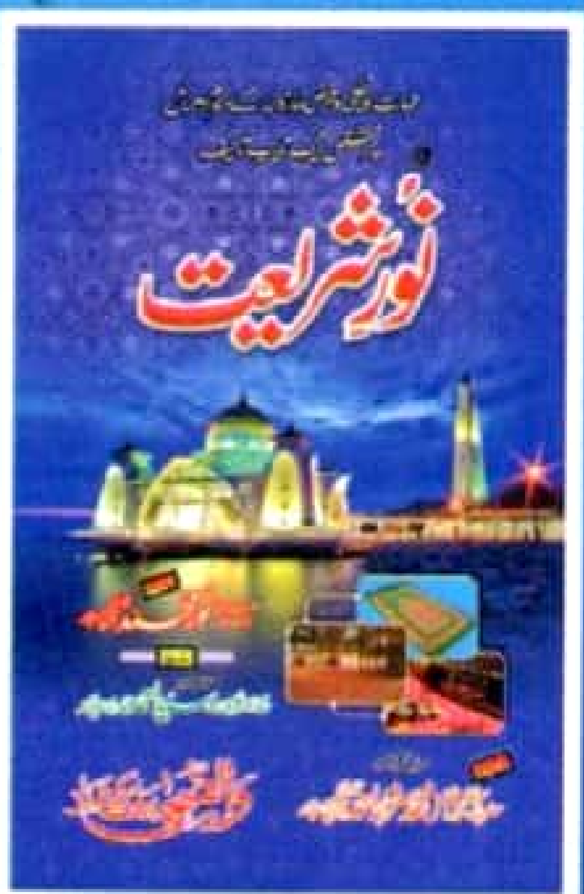


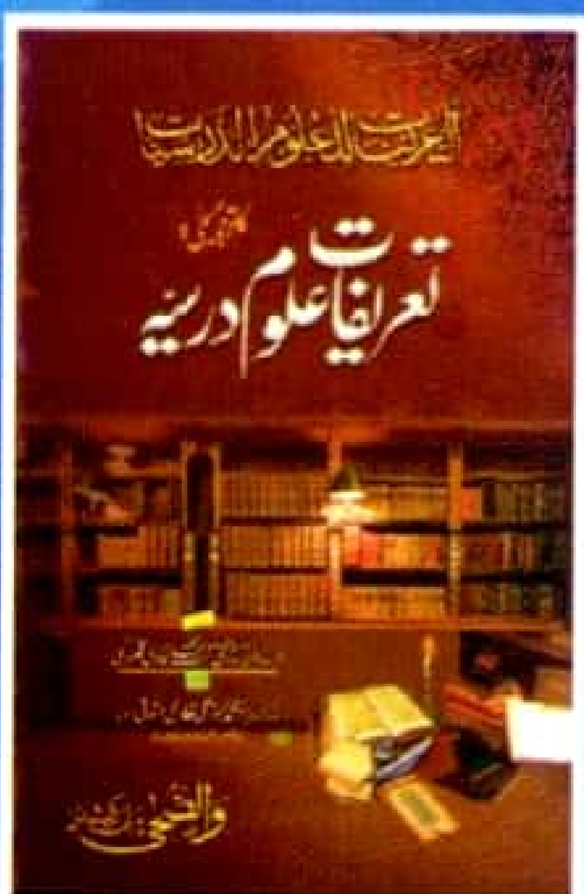


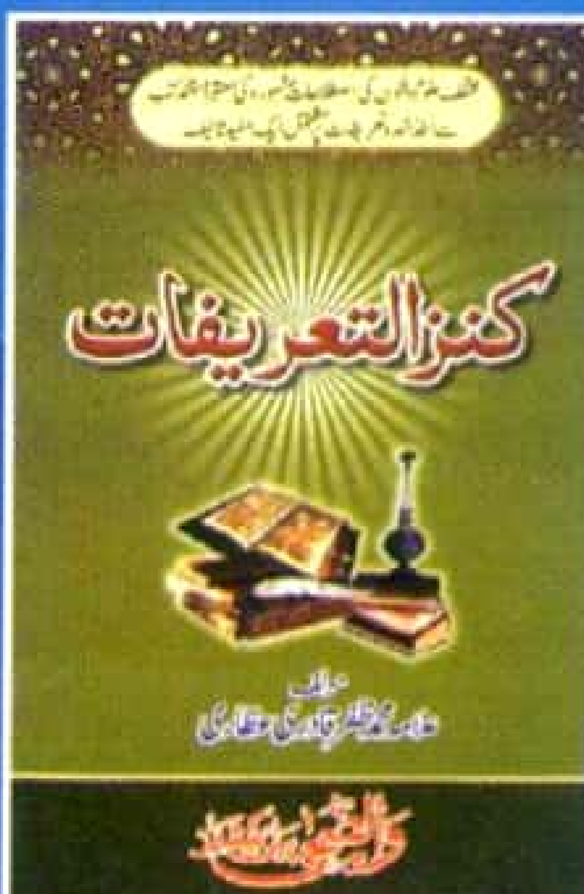


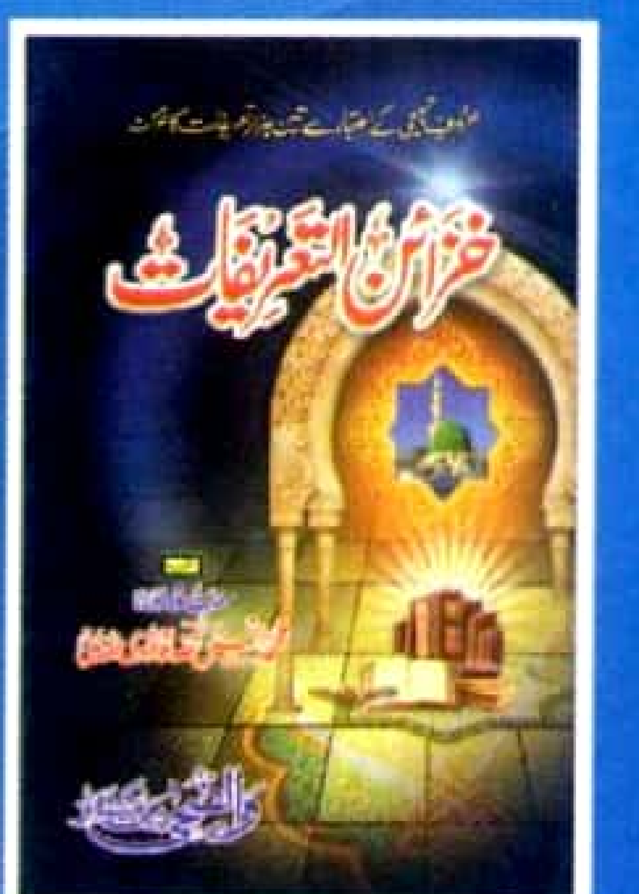












والضحیٰ پبلی کیشنز
سستا ہوٹل داتا دربار مارکیٹ لاہور۔ پاکستان
0300-7259263,0315-4959263